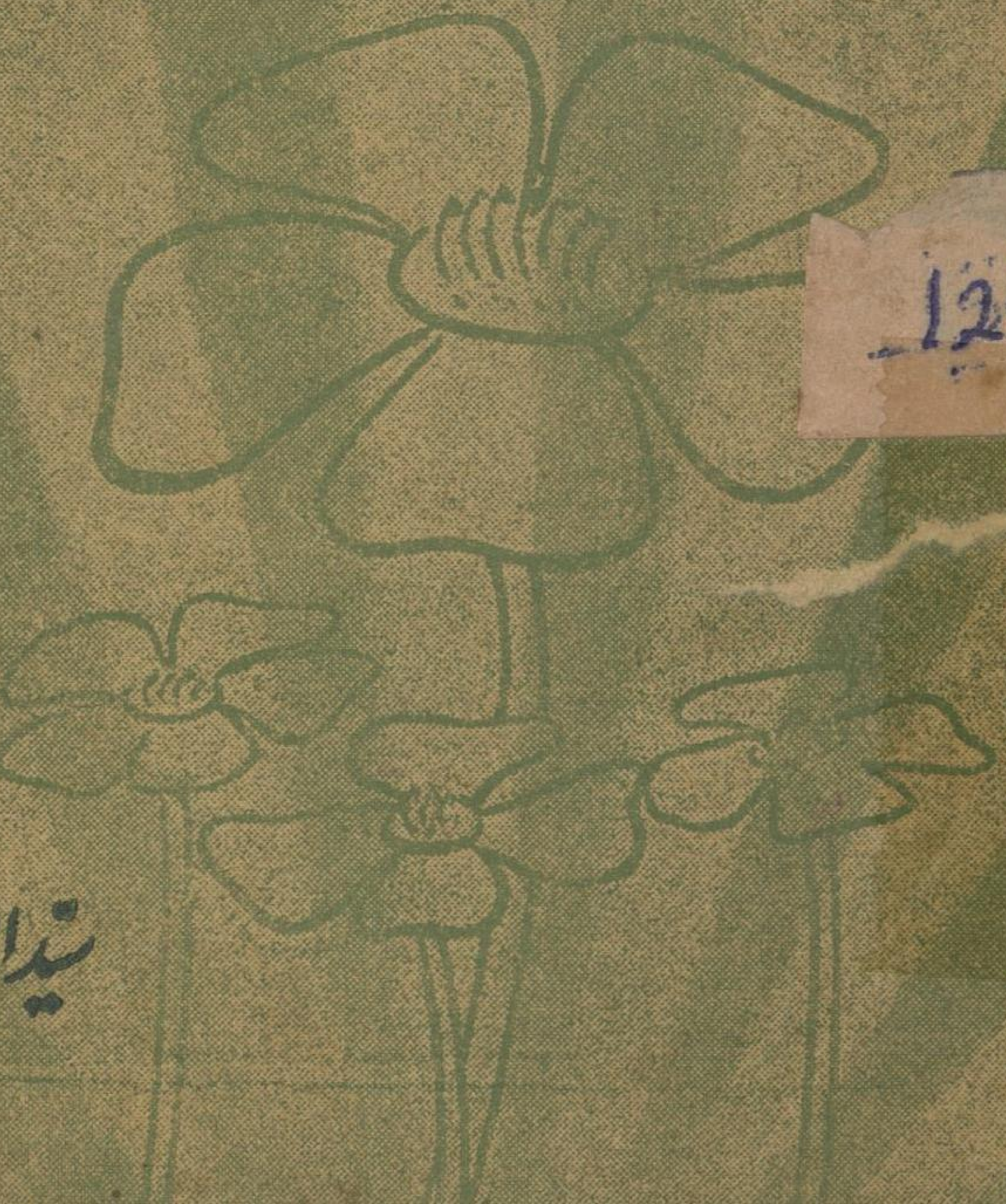
دامانِ خیال



سید امین گیلانی

دامانِ خیال

سیّد امین گیلانی

ملنے کا پتہ

(۱) سید سلمان گیلانی۔ جناح پارک شیخوپورہ

قیمت دو روپے آٹھ آنے

انتساب

میں اپنے اس مجموعہ کلام "دامانِ خیال" کو اپنے
عزیز اور مخلص دوست شیخ عبدالعزیز صاحب
تحصیل دار شکر گڑھ (ضلع سیالکوٹ) کے نام
سے منسوب کرتا ہوں ——!

امینؔ گیلانی

شیخوپورہ ۸ مارچ ۵۸ء

فہرست

چند ابتدائی غزلیں

دیباچہ

(از حضرت احسان دانش۔ لاہور)

مجھے امینؔ گیلانی کے مجموعہ کلام "دامانِ خیال" پر چند سطور لکھنا ہیں میں ذاتی طور پر آج کل کے دیباچوں کی روش کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں بعض اوقات تو کہیں کہیں کام کی بات مل جاتی ہے ورنہ ہر دیباچہ مصنف کا قصیدہ معلوم ہوتا ہے اور بعض دفعہ تو مصنف کے کندھوں پہ چڑھکر نااہل دیباچہ نگار بھی بلند ہو جاتے ہیں اور یہ بھی غلط نہیں کہ کہیں مصنف کے دیباچہ کے بہانے ایسے دیباچہ نگار بھی عالم آشنا اور مقبول عوام ہو جاتے ہیں جن سے دنیا پہلے آگاہ نہیں ہوتی اور ان کے دیباچہ کی قیمت اور عظمت کتاب سے کہیں بلند ہوتی ہے۔

میں اگر "دامانِ خیال" پر امینؔ گیلانی کے تعلقات کو ملحوظ رکھکر کچھ لکھوں تو پھر شاید میری یہ چند سطور بھی انہی دیباچوں کے ملبوں کا حصہ ٹھہریں گی جن کے متعلق میں سطور بالا میں نفرت کا اظہار کر چکا ہوں اور اگر کتاب کے مواد کا تجزیہ و تحلیل کروں تو نہ اتنا وقت ہے نہ صفحات کی گنجائش، اسلئے میں چند اشارات امینؔ گیلانی کی ذات

اور انکی شاعری کے محاسن پر ہی لکھنا پسند کروں گا۔ مجھے معلوم ہے اگر صرف محاسن ہی بیان کیئے جائیں تو تنقید کا حق ادا نہیں ہوتا، لیکن تنقید کا ایک طریقہ یہ بھی ہے اور جس سے بہت کم لوگ آشنا ہیں کہ "محاسن اس قدر اور اس طرح اُجاگر کیئے جائیں کہ معائب کے خلا خود بخود دکھائی دینے لگیں"۔ کہنے کو تو یہ بات بڑی معمولی سی معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے عہدہ برآ ہونا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

امین گیلانی ایک نوجوان حساس اور نرم دل شاعر واقع ہوا ہے۔ اسکی شاعری اگرچہ عصر حاضر کے شعرا کے شانہ بہ شانہ چل رہی ہے لیکن یہ اس ترقی پسند راستے سے علیحدہ ہے جہاں کردار کی پستی، مذہب سے انکار اور اخلاق سے کنارہ کو حسنِ شعر خیال کیا جاتا ہے۔ وہ ایک نوجوان مسلمان ہے اور اس کا مذہبی تصور اس کے اشعار سے زیادہ اس کے کردار میں موجود ہے۔ یہ زندگی کے حصار سے دور نہیں جاتا اور اپنے دور کی تاریخ سے قدم ملائے ہوئے چلتا ہے لیکن اس کی پیداوار اس کے دور کی حقیقی فصل ہے۔ وہ روحانی طور پر زندگی کے پہیئے کی رفتار کو دیکھ کر حیات کے اس پہلو کی ترجمانی کرتا ہے جس پر اس کا مذہبی شعور مجبور کرتا ہے۔

یہ مادیاتی اور ملحدانہ روش کے گروہ بند نقاد شاید اس کتاب کو کوئی

کوئی بلند مقام نہ دیں کیونکہ ان کا طریقِ فکر اُن سے بالکل جُدا ہے اور اس کی شاعری میں نظر سے زیادہ روح کے نقوش پائے جاتے ہیں۔ لیکن ایک دن ہوگا۔ کہ لوگ اس مادی کثافت سے نظر ہٹا کر پھر رُوحانی زندگی کی طرف لوٹیں گے اور ہمارے ادب سے ان شہ پاروں کو تلاش کیا جائے گا جن میں روحانیت کی جھلکیاں ملتی ہیں۔

چونکہ شاعر اور نقاد دونوں جُدا جُدا شخصیتیں ہیں، اس لئے ان کی تخلیقات بھی نوعیت کے لحاظ سے ایک نہیں ہو سکتیں۔ شاعر زندگی کی عکاسی کرتا ہے اور نقاد اُس پر ناقدانہ نظر ڈالتا ہے۔ شاعر حقیقی اور بنیادی چیز ہے اگر وہ زندگی کی صحیح عکاسی نہ کرے تو تنقید بھی راستے سے بھٹک جاتی ہے۔ اور تنقید اثرات کے بجائے نقصان رساں نتیجے دینے لگتی ہے۔

شاعر جس قدر گہری نظر رکھتا ہے اسی قدر نقاد کو معاملات سمجھنے اور حالات و واقعات کا جائزہ لگانے میں آسانی ہوتی ہے۔ عکاس شاعر نقاد کو کوئی بلند مقام نہیں دیتا کیونکہ وہ تو الفاظ کی تعمیروں اور تحریر کی خوبیوں سے نتیجے اخذ کرتا ہے اس کی نظر خوردہ گیر نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں نقاد اپنے فن پر مطمئن نہیں ہوتا کیونکہ عقل و خرد کا طلسم اور علم کا غرور مستقبل

کے علم و ادراک کی ترقی سے خوفزدہ رہتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو ہمیشہ سے بڑھتی ہوئی انسانیت کا قدم پہلے قدم سے بہتر اور ترقی پسند رہا ہے اور رہے گا اور اب تک دنیا نے جس قدر ترقی کی ہے وہ اسی ایک اصول کی شاہد ہے۔ اگر تنقید کی طرح شاعری میں بھی اصول معین ہو جائیں تو نقاد ایک قدم بھی نہیں بڑھ سکتا لیکن شاعری چونکہ ایک فطری جذبہ ہے اور فطری جذبہ کی حدبندی مستقبل کی خوش آثار سماجیت کا گلا گھونٹ دینا ہے اس لئے شاعری انسانی ترقی کے ساتھ ساتھ فکر و خیال کے نئے نئے زینے تعمیر کرتی رہتی ہے اور نقاد ان زینوں کی صفائی، مضبوطی، خوبصورتی اور پائداری دیکھتے ہوئے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ جب نقاد شاعر کے کلام پر تنقید کرتا ہے اس وقت شاعر نقاد کے تصورات سے کوسوں جا چکتا ہے۔ معینہ اصول کی تنقید کبھی شاعر کے تصورات و احساسات کا ساتھ نہیں دے سکتی، اور یہ کیسے ممکن ہے کہ سڑک کے ایک کھمبے میں لٹکا ہوا بجلی کا قمقمہ چلتی ہوئی ریل گاڑی کے ہر ڈبے کو روشن کرتا چلا جائے۔ میرا مقصد اس سے نقاد کی توہین مطلق نہیں صرف شاعر کی اولیت کا اظہار

مقصود ہے اور ویسے بھی فنونِ لطیفہ میں شاعری کا مقام سب فنون
سے بلند و بالا خیال کیا جاتا ہے۔

امینؔ گیلانی عوامی شاعر ہے اور مذہبی شعور عوام کا ورثہ
ہے۔ میں اسے اس کی کامیابی سمجھتا ہوں کہ جب وہ جلسوں
اور مشاعروں میں اپنے لحنِ داؤدی سے شعلہ نوائی کرتا ہے۔ تو
امینؔ ہی امین ہوتا ہے۔

امینؔ کے کلام میں اچھے بلند اور پُراثر اشعار کی کمی نہیں
اور میں بھی اُن میں سے یہاں پچاس سو اشعار پیش کر سکتا
تھا لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ اس طرح لوگ دیباچہ کے
اشعار کو شاعر کے کلام کا انتخاب سمجھ کر صرف اُنہیں اشعار
کو پڑھ لیتے ہیں اور شاعر کے باقی کلام کو پڑھنے کی زحمت
گوارا نہیں کرتے اور یہ بد ذوقی کے ساتھ ساتھ شاعر کی
حق تلفی بھی ہے اور ان کے ذوقِ سلیم کی خساست بھی۔ اس میں
شک نہیں کہ بعض اشعار ہلکے اور بے کیف ہوتے ہیں لیکن
ہر چمکیلی چیز سیاہی کے پس منظر ہی سے چمکیلی ہے اور محاسن

کا احساس معائب کی زمین سے ہی ہوتا ہے۔ یہ اچھے برُے کی تمیز اور نشیب و فراز کا شعور ہی تو انسانی جوہر ہے جو ترقی کر کے تاریخی اوراق پر جگہ پاتا ہے —!

احسان دانش

مکتبہ دانش ۱۱/ ایبک روڈ
انار کلی - لاہور

سوانح مصنّف

بلیس بائیس برس سے میرے اور امین گیلانی صاحب کے دوستانہ تعلقات ہیں زندگی کا کوئی معاملہ اور زمانے کا کوئی حادثہ ہمیں اب تک ایکدوسرے سے جُدا نہیں کر سکا اور نہ انشاءاللہ آئندہ کر سکے گا۔ بچپن میں ایک ساتھ کھیلے ہیں اگرچہ اب خدا کے فضل سے دونوں ہی اہل و عیال رکھتے ہیں لیکن ایک ہی مکان میں رہتے ہیں مل جُلکر کماتے ہیں اور مل جُلکر ہی ایک دستر خوان پر کھاتے ہیں۔ ان حالات میں ظاہر ہے کہ کوئی دوسرا دوست انکی زندگی کے حالات مجھ سے زیادہ نہیں جان سکتا، اسی لئے میں نے مناسب سمجھا کہ انکی زندگی کے مختصر سے حالات سپردِ قلم کروں۔

میرے دوست "دامانِ خیال" کے مصنف امین گیلانی کا پورا نام امین الدین ہے۔ والد مرحوم کا نام سید نصیر الدین تھا۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رح سے ملتا ہے۔ اسی نسبت سے مختصر نام امین گیلانی لکھتے ہیں۔

۱۹۲۰ء دسویں محرم کو قصبہ ترن تارن ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے اُن دنوں انکے والد مرحوم وہاں تھانہ پولیس میں ہیڈ محرر تھے۔ پھر وہ وقت آیا کہ یہ شہر امرتسر میں ہندو سبھا ہائی سکول میں تعلیم پا رہے تھے اور انکے والد مرحوم اس وقت تھانیداری کے عہدہ پر فائز تھے نہ جانے

انکے قلب پر کیا واردات گذری کہ اچانک معبود حقیقی کی محبت کا جذبہ اُنپر غالب آگیا، ملازمت چھوڑ کر گھر کا سازو سامان تک راہِ خدا میں لٹا کر یاد اللہ میں مصروف ہو گئے اور تادم مرگ اُسی جادۂ محبت میں ثابت قدم رہے۔ اُنپر اللہ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں۔ آمین

مذکورہ حالات سے ظاہر ہے کہ اب امین گیلانی تعلیم کا سلسلہ جاری نہیں رکھ سکتے تھے اس لئے کچھ عرصہ کے بعد اقربا کی مدد سے سٹیشنری کی ایک دکان کھول لی۔ شاعر چونکہ پیدا ہی شاعر ہوتا ہے اسلئے ہمارے دوست میں بچپن ہی سے شعر کہنے کا ملکہ تھا پھر اُس کے ساتھ سوز بھری آواز میں پڑھنے کا انداز نہایت پیارا تھا جلد ہی شہر بھر میں شہرہ ہو گیا۔ شہر میں کوئی مشاعرہ انکے بغیر کامیاب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ شہر کے مشہور اساتذہ علامہ عرشی صاحب، جناب شمس مینائی استاد فرخ امرتسری اپنی مجالس میں بلاتے اور جی کھول کر داد دیتے۔ سلسلۂ اصلاح کیلئے علامہ عرشی صاحب سے رجوع کیا تو انہوں نے فرمایا "سید زادے" ہم تو پرانی قسم کے شاعر ہیں اور شاعری جدید رنگ اختیار کر رہی ہے بہتر یہی ہے کہ لاہور جاؤ وہاں ہمارے دوست ڈاکٹر تاثیر اور صوفی غلام مصطفےٰ صاحب تبسم ہیں ان سے افادہ حاصل کرو انہی کی وساطت سے لاہور پہنچے تو وہاں ان حضرات کے علاوہ جناب حفیظ جالندھری، حضرت ہری چند اختر اور جناب حفیظ ہوشیار پوری سے ملاقات ہوئی اسوقت یہ سب حضرات صوفی تبسم صاحب کے مکان پر بیٹھے تھے شعر و سخن کی محفل گرم ہوئی۔ بعد میں حاضری کا مقصد بیان کیا تو سب نے جناب حفیظ ہوشیار پوری پر اتفاق کیا چنانچہ دو تین سال تک

امینؔ گیلانی ان سے اصلاح لیتے رہے۔ یہ سلسلہ زیادہ دیر تک اس لئے قائم نہ رہ سکا کہ ہمارے شاعر کو مذہب سے محبت کی دولت آبا سے ورثہ میں ملی ہے اور ایسی سوسائٹیوں میں مذہب سے عملی لگاؤ ذرا مشکل سے ملتا ہے۔ اسی لئے وہ مطمئن نہ تھے۔ اسی اثنا میں ایک دفعہ لدھیانہ میں مشاعرہ ہوا وہاں جناب احسان دانش سے ملاقات ہوئی۔ ان کی شاعری، اور مزاج کی سادگی اس پہ پابندیٔ صلوٰۃ کو دیکھ کر امینؔ گیلانی ان سے متاثر ہوئے دو چار ملاقاتوں میں ایکدوسرے سے بہت قریب ہو گئے۔ کلام کی اصلاح بھی پھر انہی سے لینے لگے اور آج تک دونوں حضرات کے مخلصانہ تعلقات کا سلسلہ جاری ہے۔

۱۹۴۷ء میں ہندوستان کا بٹوارہ ہوا تو امرتسر سے لاہور آ گئے وہاں سے ہوشیارپور کے ایک دوست شیخ مسعود جیلانی جو بسلسلۂ ملازمت شیخوپورہ تھے وہ بضد ہو کر شیخوپورہ لے آئے یہاں "شوگر ڈپو" لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پنجاب کے گورنر آئی آئی چندریگر صاحب شیخوپورہ آئے، کھلا اجلاس ہوا اس میں ایک نظم ان سے خطاب کر کے پڑھی گئی۔ گورنر صاحب نے نظم سننے کے بعد امینؔ گیلانی کی تعریف کی اور اس نظم میں "رشوت" "گرانی" "نظم و نسق" کی خرابی، مہاجرین کی تکالیف کا جو شکوہ کیا گیا تھا۔ اس کے سدِباب کا وعدہ کیا۔ گورنر صاحب تو چلے گئے مگر اس وقت کے ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ نے یوں انتقام لیا کہ "شوگر ڈپو" ضبط کر لیا۔ کچھ عرصہ بیکاری کے بعد آخر "مکتبہ احباب" کے نام سے ایک کتب خانہ کھول لیا۔ اگرچہ اب وہ

کتب خانہ بھی کچھ اچھے حال میں نہیں۔ خود جلسوں اور مشاعروں میں رہتے ہیں اور وہاں کوئی باقاعدہ کام کرنے والا نہیں اور خود بھی اِن کا ذہن کاروباری نہیں اسلئے معاشی معاملہ میں ہمیشہ خدا پہ بھروسہ رکھا (اور بیشک وہی رزّاق ہے۔) مختصر یہ کہ امین گیلانی ایک حساس نوجوان، اچھے شاعر، مخلص دوست اور نیک دل انسان ہیں۔

میں نے یہ چند ضروری باتیں اس لئے تحریر کر دیں کہ ایک مصنف کی زندگی کے کم و بیش حالات تاریخ کے لئے ضروری ہیں۔ آج نہیں تو کل ضرور میری یہ چند سطور کام آئیں گی! انشاء اللہ تعالیٰ

نصیر قریشی ایم اے۔ شیخوپورہ
۸ مارچ ۱۹۵۸ء

تشکر

شعر تو میں کمسنی ہی میں کہنے لگا تھا۔ مگر اٹھارہ بیس سال کی عمر میں جب شہرت دوستوں کے حلقہ سے نکل کر شہر کے ادبی حلقوں تک پہنچ گئی تو پبلک مشاعروں میں بلایا جانے لگا۔ شوق کے مارے مشاعروں میں جاتا تو ضرور، مگر اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے والد صاحب کو، چونکہ وہ سادہ طریق کے پکے مسلمان تھے اسلئے زندگی میں کسی ایسی بات کو برداشت نہیں کرتے تھے جس سے فسق و فجور کو راہ ملتی ہو، اور اس معاملہ میں بڑے ہی سخت گیر تھے۔ اُن سے ڈرتا بھی تھا کہ جب انکو پتہ چل گیا کہ صاحبزادے شعر کہتے ہیں پھر طرفہ یہ کہ محفلوں میں سناتے بھی ہیں تو پھر ہڈی پسلی کی خیر نہیں۔ لیجیے صاحب رات ایک بڑا بارونق مشاعرہ ہوا ہمیں بھی دعوت مل چکی تھی لہٰذا ہم بھی گئے۔

غزل پڑھی، بہت داد ملی۔ تقاضا ہوا ایک اور، پھر ایک غزل پڑھی بیٹھنے نہ پائے تھے کہ پھر شور مچ گیا ایک اور، ایک اور۔ صاحب صدر خود اٹھے حاضرین کو خاموش کرانا چاہا مگر کہاں آخر حاضرین کی فتح ہوئی۔ مجھے تیسری بار بلایا گیا، خیر جناب مشاعرہ ختم ہوا ہم داد و تحسین کے ٹوکرے لیکر خوشی خوشی گھر آئے۔

دوسرے دن کہیں سرِراہ والد مرحوم سے ایک صاحب ملے، علیک سلیک ہوئی۔ پھر کہا حضرت مبارک ہو آپ کے صاحبزادے تو ماشاءاللہ بڑے ہونہار ہیں۔ رات مشاعرے میں تین غزلیں سنائیں، بہت لطف آیا، بڑی داد ملی۔ والد صاحب مرحوم نے حیرانی سے پوچھا کیسا مشاعرہ کہاں کی داد کون صاحبزادے"۔ اُس نے تفصیل سے بتایا۔ والد مرحوم گھر آئے مجھے بلایا، حاضر ہوا تو پوچھا تم شعر کہا کرتے ہو عرض کیا "جی"۔ رات مشاعرہ میں پڑھا "جی" بس پھر کیا تھا پہلے ہاتھوں سے پھر چھڑی سے جناب امین گیلانی کی وہ مرمت ہوئی کہ "الامان" "والحفیظ"۔ گھر میں کسی کو جرأت نہ تھی کہ آگے بڑھ کر چھڑا لے۔ توبہ کرا کے چھوڑا کہ آئندہ نہ شعر کہوں گا، نہ پڑھوں گا۔ جب ہماری پٹائی ہو رہی تھی ہمارے بڑے بھائی صاحب سید علاؤ الدین بھی موجود تھے انہیں بڑا ترس آیا کہ اگر یہی حال رہا تو ہمارا شاعر بھائی تو کسی دن مار کھاتے کھاتے مر جائے گا۔

انہیں علم تھا کہ ابا جی مرحوم کسی اور کی تو مانیں گے نہیں۔ اس لئے وہ مولانا سید عطاءاللہ شاہ صاحب بخاری کے پاس گئے اور سارا واقعہ سنایا، شاہ جی سے ہماری کچھ دور نزدیک کی رشتہ داری بھی ہے اور پھر ہمیں ان سے خاص محبت اور عقیدت بھی ہوئی۔ والد صاحب بھی ان کی بڑی عزت و توقیر کیا کرتے تھے اور خاصا میل جول تھا۔ شاہ جی شعر و ادب کے دلدادہ ہوئے، ان جیسے سخن فہم و سخن شناس خال خال ہیں۔ وہ خوب سنتے ہیں اور خوب داد دیتے ہیں۔ اُن

دنوں بھی مجھ سے گھنٹوں غزلیں سنتے رہتے تھے۔ انہوں نے جب میرا یہ حال سنا تو بھائی صاحب سے فرمایا، تم بھائی نصیر الدین (یعنی میرے والد صاحب) کو میرے پاس بھیج دو۔ والد صاحب گئے تو شاہ جی نے دلائل کی رو سے اور خاص کر اپنی زبان کے اس اثر سے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہوا ہے۔ انہیں قائل کر لیا کہ شاعری فی نفسہ بُری شے نہیں۔ ہاں آپ اور ہم یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اِسے بُرے خیالات کے اظہار سے بچائے اور ادب و اخلاق کی صحیح ترجمانی کی توفیق بخشے اور اس کا کلام ملک و ملت کے لئے مفید ثابت ہو۔ پھر اس دن کے بعد والد مرحوم نے مجھ سے کچھ نہیں کہا، خاموشی اختیار کی بلکہ دو چار سال کے بعد میرے متعلق اچھی رائے کا اظہار کرنے لگے اور آخری دم تک مجھ سے خوش رہے۔

یہاں یہ قصہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ میں اُس واقعہ کی یاد تازہ کر کے ان بزرگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی مساعی سے میں مشقِ سخن جاری رکھ سکا۔ اس کے بعد میں اپنے عزیز بھائی سید عباس بخاری (شیخوپورہ) اور ان تمام دوستوں خصوصاً میاں عبدالستار جالندھری۔ مسٹر محمد منیر جالندھری جو آج کل گوجرانوالہ میں کپڑے کا کاروبار کرتے ہیں کا شکر گذار ہوں کہ اس مجموعہ کلام کی طباعت و اشاعت میں ان کی سعی و اعانت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

امیر گیلانی

مِرا عرفانِ محبت، تِرا فیضانِ خیال

اِن سے ہے زینتِ زیبائشِ دامانِ خیال

پھر اُسی طرح سے بازو میرا تھام اے ساقی

غم نے پھر روح پہ پھیلا دیئے دام اے ساقی
دینا! دینا! مجھے دینا میرا جام اے ساقی

بے نشہ زیست نہ ہو جائے حرام اے ساقی
اپنے میخواروں میں لکھ لے میرا نام اے ساقی

مجھے مل جائے اگر عمر دوام اے ساقی
تیرے میخانے میں کر دوں میں تمام اے ساقی

دے وہ اِک جام دو عالم کو ڈبو دوں جس میں
صرف باقی رہے اللہ کا نام اے ساقی

جس نے سر رکھ دیا مستی میں تیرے قدموں پر
عرش سے بھی ہے بلند اس کا مقام اے ساقی

پھر مجھے اتنی پلا دے کہ قدم جم نہ سکیں
پھر اُسی طرح سے بازو میرا تھام اے ساقی

تیرے میخانے میں کچھ رند ہیں ایسے کہ جنہیں
جھک کے کرتے ہیں فرشتے بھی سلام اے ساقی

تیرے رندوں کی جبینیں ہیں کہ تابندہ نجوم
تیرا چہرہ ہے کہ ہے ماہِ تمام اے ساقی

جن کی لغزش سے لچکتی ہے دو عالم کی کمر
یہ وہی ہیں ترے لغزیدہ خرام اے ساقی

ساری محفل پہ جو چھا جاتا ہے افسونِ امین
فیض ہے تیرا ہی یہ رنگِ کلام اے ساقی

خوشی سے کھا گئے فریبِ دوستاں کبھی کبھی

سنا کے اپنے دل کو اپنی داستاں کبھی کبھی
لیا ہے میں نے ضبطِ غم کا امتحاں کبھی کبھی

کچھ اس طرح تڑپ کے دل نے کی فغاں کبھی کبھی
ٹھہر ٹھہر گیا ہے دورِ آسماں کبھی کبھی

کسی کی آہ سے گلوں کا رنگ زرد پڑ گیا
خزاں سے پیشتر ہی آ گئی خزاں کبھی کبھی

ہوا سے آ رہی ہے آج کل لہو کی بو مجھے
فضا میں دیکھتا ہوں غم کی سرخیاں کبھی کبھی

نہ پوچھ کس طرح کٹی ہے رات اہلِ درد کی
نظر سے چھپ گئے زمین و آسماں کبھی کبھی

کبھی کبھی تو ایک فکرِ دوست دل کو کھا گئی
لپیٹ دی بساطِ فکرِ دو جہاں کبھی کبھی

یہ کارواں بھٹک کے یوں نہ راستے میں بیٹھتا
جو دیکھتا نشانِ پائے رفتگاں کبھی کبھی

میری حدیثِ دل، سمجھ کے وہ حدیثِ دیگراں
خموش سُن گئے حدیثِ دیگراں کبھی کبھی

جہاں سے مٹ نہ جائے سادگی کی رسم اس لئے
خوشی سے کھا گئے فریبِ دوستاں کبھی کبھی

جہادِ زندگی میں طے کئے ہیں وہ بھی راستے
کہ پیش آگئی ہے مرگِ ناگہاں کبھی کبھی

امینؔ ہجومِ تیرگی میں بجلیاں تڑپ گئیں
ہوئی جو یاس میں اُمید ضوفشاں کبھی کبھی

O

نظارۂ طوفاں کرنے سے اندازۂ طوفاں[۱] کیا ہوگا

اس دورِ مصیبت میں اے دل ہے ہمتِ مرداں کیا ہوگا
اللہ نگہباں کہنے سے، اللہ نگہباں کیا ہوگا

ہر موجِ ہوا میں خون کی بو، گلشن میں لہو صحرا میں لہو
اے گردشِ دوراں کیا ہوگا، اے وحشتِ انساں کیا ہوگا

پلکوں پہ ستارے لیکر ہم پھرتے ہیں تلاشِ منزل میں
اے صبحِ گریزاں کیا ہوگا، اے شامِ غریباں کیا ہوگا

اب بھی ہیں خزاں کے خطرے سے لب بستہ و خوں افشاں غنچے
اربابِ گلستاں سمجھا دیں، دستورِ گلستاں کیا ہوگا؟

اے سیلِ بلا اک موج اٹھے لے آئے جو ساحل والوں کو
نظارۂ طوفاں کرنے سے اندازۂ طوفاں کیا ہوگا

۱۔ یہ غزل تقسیم ملک کے فوراً بعد لکھی گئی تھی۔

اس فکر میں کلیاں زندہ ہوئیں اس سوچ میں غنچے سوکھ گئے
ترتیب گلستاں کیا ہوگی، آئینِ گلستان کیا ہوگا؟

اک ظلم رسیدہ کہتا تھا لرزیدہ لب و با دیدۂ نم
اے فکرِ معاش و رنجِ وطن اے یادِ عزیزاں کیا ہوگا

مانندِ زبانِ شمع بنا! ایک ایک نشیمن کا تنکا
یوں جشنِ بہاراں دیکھا ہے؟ یوں جشنِ بہاراں کیا ہوگا

کم تاب ستارے ڈوب گئے خورشید درخشاں ابھرے گا
اب اہلِ گلستاں خود سوچیں پھر جشنِ گلستاں کیا ہوگا

ایک دل بجھنے سے اتنی تیرگی کیوں ہو گئی

دل کے بجھنے سے نظر میں تشنگی کیوں ہو گئی • تلخیٔ غم بڑھ کے جانِ زندگی کیوں ہو گئی

تیری نظروں میں یہ صورت اجنبی کیوں ہو گئی • آ ملا نظروں سے نظریں اور یہ سمجھا دے مجھے

تیرے دستورِ محبت میں کمی کیوں ہو گئی • میرے اظہارِ محبت کا تو یہ مطلب نہ تھا

ایک دل بجھنے سے اتنی تیرگی کیوں ہو گئی • اُف یہ عالم صبح سے ہی شام کے آثار ہیں

اے امیںؔ کس کی نگاہوں کا اشارہ ہو گیا
یہ نظامِ زندگی میں برہمی ہو گئی

•

ہر راہی کو راہ دکھا کر راہ کا ساماں لوٹ لیا [1]

اُف کیا کہیئے! گوشہ گوشہ داماں داماں لوٹ لیا
موسم گل آتے ہی دیوانوں نے گلستاں لوٹ لیا

غیروں کی بیداد کو بھولے یوں اپنوں نے اپنایا
ظاہر ظاہر ہمدردی کی پنہاں پنہاں لوٹ لیا

راہنما ہم جن کو سمجھے راہزنی میں یکتا تھے
ہر راہی کو راہ دکھا کر راہ کا ساماں لوٹ لیا

لوٹنے والوں نے لوٹا ہے ہم کو دونوں ہاتھوں سے
زر والوں کا زر لوٹا ہے ننگِ غریباں لوٹ لیا

شرم و حیا سے آنکھ تہی ہے مہر و وفا سے دل خالی
تو نے ہر انسان کا جوہر گردشِ دوراں لوٹ لیا

ایماں ایماں کہنے والے ایماں کا کچھ ہوش بھی ہے
روز کے کار اندیشوں نے تیرا ایماں لوٹ لیا

یا تو ابھی یہ محفل ذوقِ نغمہ سے محروم ہوئی
یا یوں ہے تقدیر نے سوزِ نغمہ نوازاں لوٹ لیا

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

[1] تقسیم کے بعد لکھی گئی۔

بے کسوں کا خدا نہیں ہوتا

تو نے جو غم دیا نہیں ہوتا
درخورِ اعتنا نہیں ہوتا

ہ

تیرا غم ہو اگر شریکِ حیات
کوئی عالم بُرا نہیں ہوتا

ہ

زیست کا شکوہ کرنیوالوں میں
زیست کا حوصلہ نہیں ہوتا

ہ

اُف وہ دل کی شکست کا عالم
جب کوئی مدعا نہیں ہوتا

ہ

آ کبھی اے موت لوگ کہتے ہیں
بے کسوں کا خدا نہیں ہوتا

○

شوقِ عرفاں اگر نصیب نہ ہو
دل سے دل آشنا نہیں ہوتا

○

صورتِ حال جو نہ پہچانیں
اُن کا دل آئینا نہیں ہوتا

○

بارہا دل کا حال یہ دیکھا
کچھ بھی غم کے سِوا نہیں ہوتا

○

آسے ایسے اُن کا غم اُبھرتا ہے
جب کوئی آسرا نہیں ہوتا

فرش کیا عرش ہے لرزاں مجھے کچھ سوچنے دے

دل ہے بیتاب و پریشاں مجھے کچھ سوچنے دے : میں ہوں اب فکر میں غلطاں مجھے کچھ سوچنے دے

—

جس میں انصاف ہوا غرق سکوں ڈوب گیا : رک بھی سکتا ہے یہ طوفاں مجھے کچھ سوچنے دے

—

جس نے انساں کو یہ توفیقِ بغاوت بخشی : اہرمن ہے کہ وہ یزداں مجھے کچھ سوچنے دے

—

سب یہ کہتے تھے کہ ہونے کو ہے خورشید طلوع : کیا ہوئی! صبحِ درخشاں مجھے کچھ سوچنے دے

—

بجلیاں لپکیں بعنواں اٹھا صدائیں گونجیں : کون ہے سوختہ ساماں مجھے کچھ سوچنے دے

—

آہ وہ کلیاں وہ غنچے وہ شگوفے وہ بہار : لٹ گیا میرا گلستاں مجھے کچھ سوچنے دے

—

آنچلوں میں سرِ مژگاں یہ مچلتے ہوئے اشک : یوں بھی ہوتا ہے چراغاں مجھے کچھ سوچنے دے

—

کسی مجبور کے لب کانپ رہے ہیں شاید : فرش کیا عرش ہے لرزاں مجھے کچھ سوچنے دے

—

چپ! یہاں جرم ہے زنجیریں ہیں تعزیریں ہیں : صبر کر اے دلِ ناداں مجھے کچھ سوچنے دے

—

مجھ کو تو نخوتِ شاہی پہ ہنسی آتی تھی : لوگ کیوں مجھ پہ ہیں خنداں مجھے کچھ سوچنے دے

—

کس طرح میرا ہو تو سوچوں گا اے دوست مگر : کیسے انساں کا ہو انساں مجھے کچھ سوچنے دے

o

اہلِ چمن یہ دیکھ لو، میرا دامن پارا پارا ہے۔

دل کی حالت پوچھنے والو، اب کیا دل کا چارا ہے • بجھنے والا انگارہ ہے، ڈوبنے والا تارا ہے

تم جس حال میں چاہو رکھو، کب انکار گوارا ہے • لیکن لوگ کہیں گے شاید بیکس ہے بیچارہ ہے

یہ لب بستہ غنچے آخر اک دن رنگ دکھائیں گے • پوچھیں گے اربابِ چمن سے کیا دستور تمہارا ہے

تو ہی بتا انصاف سے ساقی، عرضِ طلب تو جرم نہیں • میکش بہتر یاس کا مارا، یا انکار کا مارا ہے؟

فصلِ بہاراں آپہنچی ہے، تم بھی گریباں چاک کرو • اہلِ چمن یہ دیکھ لو، میرا دامن پارا پارا ہے

جب سے اپنی وہ چھوڑ گئے ہیں دل کا پتہ معلوم نہیں • دل کے لئے میں آوارہ، دل اُن کیلئے آوارہ ہے

محفل تو خوش ہو جائے گی پروانے جل جائیں گے

صبح کا شہزادہ نکلے گا، طائر نغمے گائیں گے ● قطروں میں طوفاں بن کر، مخمور جشن منائیں گے

یہ میکش جب تیری نظر کا ایک اشارہ پائیں گے ● ساغرِ جم سے جامِ سفالیں اے ساقی ٹکرائیں گے

اے جاں وہ کیا منظر ہوگا حدِ نظر تک وقتِ جہاں ● جب تم آنچل لہراؤ گی ہم پرچم لہرائیں گے

ذکرِ محبت چھیڑ کے تو نے سوئی ہوئی کو بھڑکا دی ● محفل تو خوش ہو جائیگی پروانے جل جائیں گے

جب بھی دامن پھیلایا، مایوس ہوئے، روتے ہوئے
پھولوں کی مانند امیں ہم دامن کیوں پھیلائیں گے

●

وہ حسن آئے گا اور بے نقاب آئے گا

بہت ہیں جنکو یہ سُن کر عتاب آئے گا
/
کہ ایک اور ابھی انقلاب آئے گا

نجوم کھو گئے، اپنی ہی ظلمتوں میں اگر
/
تو رہبری کے لئے آفتاب آئے گا

کرے گا حل جسے یوسفؑ ہی آ کے زنداں سے
/
عزیز مصر کو اب پھر وہ خواب آئے گا

زمانہ دیکھے گا ذرّہ نوازیاں اُس کی
/

مقامِ اوج پہ جب آفتاب آئے گا

اگر نگاہ کی پاکیزگی کوئی شے ہے،
وہ حسن آئے گا اور بے نقاب آئے گا

سنبھل سنبھل کر تیری محفلِ مسرت میں
جلا کے گھر، کوئی خانہ خراب آئے گا

شراب ہے تو نہ کر انتظار موسم کا
سنی جو قلقلِ مینا، سحاب آئے گا

چمن کو دیکھ کے اکثر یہ سوچتا ہوں امین
پھر اس پہ رنگ پھر اس پر شباب آئے گا

انساں فریب خوردۂ انساں ہے آج بھی

اشکوں سے رونقِ سرِ مژگاں ہے آج بھی
یوں مفلسوں کے گھر میں چراغاں ہے آج بھی

رخصت ہوئی خزاں، مگر ان بجلیوں کو دیکھ
ان بجلیوں کی زد میں گلستاں ہے آج بھی

اکثر لباسِ خضر میں پھرتے ہیں راہ زن
انساں فریب خوردۂ انساں ہے آج بھی

وہ بھی شریکِ غم ہیں، ستم یہ تو دیکھئے
دامن پہ جن کے خونِ شہیداں ہے آج بھی

پژمردہ تھا پیش ازیں یونہی رنگِ رخِ حیات
رنگِ رخِ حیات پرافشاں ہے آج بھی

انسانیت ہے حاصلِ دوراں بجا کہا
انسانیت ہی مقصدِ دوراں ہے آج بھی؟

کل بھی تھا موج موج میں طوفاں کا اہتمام
وہ اہتمام و کوششِ طوفاں ہے آج بھی

پھر رُوحِ کائنات میں ہے کرب و اضطراب
یارب ہمیں ضرورتِ درماں ہے آج بھی

★

تو اگر ہم کو نہیں جانتا ہم جانتے ہیں

آہ جو ہم پہ گذرتی ہے وہ ہم جانتے ہیں
جو بہت جانتے ہونگے وہ بھی کم جانتے ہیں

+

سجدے سجدے کو ترے نقش قدم جانتے ہیں
تو اگر ہم کو نہیں جانتا ہم جانتے ہیں

+

بت بنا کر جنہیں پوجا تھا وہ پتھر نکلے
ایک ہم ہی نہیں سب اہل حرم جانتے ہیں

+

تیرے ابرو کے اشاروں کے سوا کچھ بھی نہیں
تجھ پہ ہے جن کی نظر "لوح و قلم" جانتے ہیں

+

آئینہ ہو گئی دنیا کی حقیقت جب سے
دل کو، دل والے "ساغرِ جم" جانتے ہیں

مری جانب جو نہ تھے وہ بھی اشارے دیکھے

ہم نے ایسے بھی غمِ ہجر کے مارے دیکھے
جن کی پلکوں پہ سرِ شام ستارے دیکھے

جو کنارے پہ کھڑے تھے، یہ وہی کہتے ہیں
ڈوبنے والے نے رہ رہ کے کنارے دیکھے

خون میں غرق تھے سب غنچہ و گل سب کلیاں
خون روتے ہوئے میں نے یہ نظارے دیکھے

آستاں پر ترے کچھ لوگ پڑے ہیں چپ چاپ
کیا یہ زندہ ہیں، کوئی ان کو پکارے دیکھے!

ان کی محفل میں گیا میں تو بہت کچھ دیکھا
مری جانب جو نہ تھے، وہ بھی اشارے دیکھے

ہائے وہ رات، کہ اشک ان کے تھے دامن میرا
یوں چمکتے ہوئے قسمت کے ستارے دیکھے

بارِ غم کوئی اٹھا نہ سکا دل کے سوا
جن پہ تکیہ تھا وہ کمزور سہارے دیکھے

مجھے روتے روتے ہنسی آگئی

جو یاد اپنی حالت کبھی آگئی
مجھے خود بخود ہی ہنسی آگئی

ہر آہٹ پہ کہتا ہے، وہ آگئے
مرے دل کو بھی دل لگی آگئی

جو سوچا کہ رونے کا حاصل ہے کیا
مجھے روتے روتے ہنسی آگئی

کیا چاک جب پردۂ خوفِ مرگ
شبِ زیست میں روشنی آگئی

رُلایا غمِ عشق نے رو دیئے،
ہنسایا جنوں نے ہنسی آگئی

○

پہلے تو دیوارِ قفس تھی، اب کوئی دیوار نہیں

ساقی بدلا، ساغر بدلے، اس سے ہمیں انکار نہیں ٭ محفل کا دستور عجب تک بدلیں، ہم مے خوار نہیں

اب محفل میں سب اپنے ہیں کچھ کہہ دیں تو عار نہیں ٭ ہم نے غیر سے نفرت سیکھی اور اپنوں سے پیار نہیں

صحنِ چمن میں قید کیا ہے سر بھی نہ اپنا پھوڑ سکیں ٭ پہلے تو دیوارِ قفس تھی، اب کوئی دیوار نہیں

ہم نے بدلا کاہکشاں کو ہم نے بدلے ماہ و نجوم ٭ اب کے ہم مٹ جائیں گے یا چرخ کج رفتار نہیں

تو نے خود ہی چھانٹے ہیں کیا جانوں پھول کہ کانٹے ہیں ٭ ہار نہیں تو ہار بنا لے کانٹے بھی بے کار نہیں

ذرہ ذرہ جن کی خاطر مہر بداماں رہتا ہے
کاش اب ایسے وہ جاگ اٹھیں اب وقت کسی کا یار نہیں

٭

اب دل کا اللہ نگہباں

توبہ یہ عالمِ گردشِ دوراں،
انساں اور وہ دشمنِ انساں؟

٥

خشک سے گل ہیں زرد سی کلیاں
فکر کریں اربابِ گلستاں

٥

میرا نشیمن دونوں سے بالا
دورِ خزاں یا فصلِ بہاراں

٥

اُف یہ بلا کی کالی راتیں،
شمع کی لو ہے لرزاں لرزاں

٥

کانٹے بھی میرے پھول بھی میرے

دل میں خلش، نظروں میں بہاراں

o

دل کے اطمینان کو روئیے
تجھ سے جو کھیلے زلفِ پریشاں

o

عمر یونہی بیتے گی شاید
جینے کی کوشش مرنے کے امکاں

o

چھوڑ دیا ہے دامنِ دنیا
اپنے ہی ہاتھ اور اپنا گریباں

o

بس میں تھا جب، سینے میں چھپایا
اب دل کا اللہ نگہباں

o

آہ ابھی دو اشک نہ بہے تھے
اُٹھ گئے لیکن لاکھوں طوفاں

کچھ ہونٹ ہمارے کانپیں گے، کچھ اُن کو پسینے آئیں گے

یہ سچ ہے اگر وہ حال اپنے غم خوار کو سننے آئیں گے ❊ ہم کہتے ہوئے شرمائیں گے وہ سنتے ہوئے شرمائیں گے

کیا عرض کریں گے ہم اُن سے، ارشاد وہ کیا فرمائیں گے ❊ کچھ ہونٹ ہمارے کانپیں گے، کچھ اُن کو پسینے آئیں گے

آتے ہیں جو طوفاں آنے دو تنکے تو نہیں بہہ جائیں گے ❊ وہ موج جو سر سے گذرے گی اُس موج سے ہم ٹکرائیں گے

فیضانِ محبت کی خاطر، عرفانِ محبت حاصل کر ❊ یہ رازِ حقیقت ہم سے سمجھ، اس راز کو ہم سمجھائیں گے

دل دونوں جہاں کا درد لئے ایک اُن ہی کی خاطر زندہ ہے ❊ دل دونوں جہاں ٹھکرا دے گا وہ دل کو اگر ٹھکرائیں گے

مہتاب و نجوم و کاہکشاں اِن سب کو اندھیرا چاٹ گیا
بیمارِ محبت اے شبِ غم اس حال میں تو مر جائیں گے

دل مانے جسے حق ہوتا ہے، دل جسکو نہ مانے باطل ہے

یہ منزلِ شوق اللہ اللہ جو ہجر میں ہمکو حاصل ہے
دل ہے کبھی ان کی محفل میں یا دل میں کبھی اُنکی محفل ہے

شکوہ نہ کروں میں اے دنیا تجھپر تو نہیں آخر دل ہے
ہاں! تجھ پہ وفا لازم ہی سہی کیا تو بھی وفا کے قابل ہے

دل والوں کو حق و باطل میں تفریق بھی کوئی مشکل ہے
دل مانے جسے حق ہوتا ہے دل جسکو نہ مانے باطل ہے

دل دے کے کسی کو غم کھانا اشک آئیں تو ہنس کر پی جانا
یہ بات نہایت آساں ہے یہ کام نہایت مشکل ہے

ایک ایک قدم پر اب منزل کہتی ہے یہ بڑھکر حاضر ہوں
اے شوقِ تجسس تو ہی بتا کیا تجھ کو تلاشِ منزل ہے

ثابت تو لہو کے اشکوں سے ہوتا ہے کہ دل کا خون ہوا
اور عقل گواہی دیتی ہے دل آپ ہی اپنا قاتل ہے

منزل پہ پہنچ کر بھی دل کو تسکین نہیں حاصل ہوتی
مانے کہ نہ مانے کوئی امیںؔ ایک عشق میں بھی منزل ہے

رُخ بدل لے گی زمانے کی ہوا میرے بعد

کون اٹھائے گا غمِ بارِ وفا میرے بعد
تم مجھے یاد کرو گے بخدا میرے بعد

کامزن ہو کے رہِ عشق میں مرنا منظور
کام دیں گے مرے نقشِ کفِ پا میرے بعد

میں رہا برسرِ پیکارِ قضا سے اک عمر
اب تو آسان ہوا کارِ قضا میرے بعد

اک کفِ خاک ہوں لیکن میری بربادی سے
رُخ بدل لے گی زمانے کی ہوا میرے بعد

جان بھی ہونٹوں پہ آجائیگی اب آہ کے ساتھ
دیکھنا تم اثرِ آہِ رسا میرے بعد

میں اگر ہوں نہ مٹا تیرا زیاں ہے دنیا
پھر نہ دیکھے گی کوئی اہلِ وفا میرے بعد

ہ

منہ لال کر دیا ہے نسیمِ بہار نے

برپا کیا ہے نالہ و شیون ہزار نے
کیا پھر چمن میں آگ لگا دی بہار نے

پھر شور آمد آمد فصلِ بہار ہے
نکلیں گھروں سے ہم بھی جنوں کو پکار نے

اپنی خوشی سے اپنا گریباں کیا ہے چاک
منہ سرخ کر لیا یونہی فصلِ بہار نے

قبضہ دیارِ دل پہ محبت کا ہو گیا
کھائی شکستِ فاش غمِ روزگار نے

بادِ سحر چلی تو ستارے بھی سو گئے
دیکھا ہے خود مرے دلِ شب زندہ دار نے

نازک سے تھے گلاب اِنہیں چوم چوم کے
منہ لال کر دیا ہے نسیمِ بہار نے

دُنیا کا رنگ دیکھ کے سکتے میں رہ گیا
مَیں تیرا نام لے کے لگا تھا پکارنے

جن دوستوں کے ناز اٹھائے تھے عمر بھر
وہ دوست آ گئے ہیں لحد میں اتارنے

ہم جس طرف سے گذرے ہمارے نشانِ پا
محفوظ کر لیئے ہیں اُسی رہگذار نے

دنیا میں ہم نے عمر گذاری ہے یوں امیق
جس طرح صبح کی ہو چراغ مزار نے

☆

فقط میرے منہ میں زباں ہے تو کیا ہے

مخالف میرا آسماں ہے تو کیا ہے
اگر مجھ میں تاب و تواں ہے تو کیا ہے
عنادل تو وابستۂ فصلِ گُل ہیں
کوئی نغمہ اے دل، خزاں ہے تو کیا ہے؟
الٰہی زمانے کو دے گوشِ شنوا
فقط میرے منہ میں زباں ہے تو کیا ہے

مرے عزم میں بھی قیامت ہے پنہاں
زمیں ہے تو کیا آسماں ہے تو کیا ہے
وہ تنکوں کا گھر ہم نے تو خود پھونک ڈالا
فلک اب جو آتش فشاں ہے تو کیا ہے
جنوں میں جو نکلا ہو سب کچھ لٹا کر
اُسے خطرۂ رہزناں ہے تو کیا ہے
امیں! ان پہ تکیہ نہ کر بے وفا ہیں
یہ جاں ہے تو کیا ہے جہاں ہے تو کیا ہے

نظارہِ طلوعِ سحر دیکھتے نہیں

میری طرف ہے سب کی نظر دیکھتے نہیں
لے ڈوبتے ہیں دیدۂ تر دیکھتے نہیں

॥

ذرّوں کو روندنے سے ہے توہینِ آفتاب
ذرّوں کے دل میں کس کا ہے گھر دیکھتے نہیں

॥

اس رہ نشین پہ سب نے حقارت کی نظر
اور کس کی ہے یہ رہگذر دیکھتے نہیں

॥

بے اختیار آنکھ سے آنسو برس پڑے
گلشن میں ایک شاخ بھی تر دیکھتے نہیں

॥

اِک اِک ہنر میں لوگ نکالیں ہزار عیب

خاموش ہیں سب اہلِ ہنر دیکھتے نہیں

اب پوچھنے کو آئے ہو بیمارِ غم کا حال
آنکھیں ہیں چار گرچہ کبھی تم دیکھتے نہیں

سچ جھوٹ میں ہے فرق سپید و سیاہ کا
آنکھیں خدا نے دی ہیں مگر دیکھتے نہیں

جیسے کوئی حسین لبِ بام آ گیا
نظارۂ طلوعِ سحر دیکھتے نہیں

دُنیا کی ہر ادا ہے ابھی تک کس قدر حسیں
کیا بات ہے کہ اہلِ نظر دیکھتے نہیں

٭٭٭

جلوے جہاں جہاں ترے آباد ہو گئے

زیرِ زمیں جو خیر سے آباد ہو گئے ؛ گردش سے آسمان کی آزاد ہو گئے

دنیا کی منصفی کا بھرم بھی تو کھل گیا ؛ برباد ہونے والے تو برباد ہو گئے

ہم شاد ہو گئے، وہ ہمیں دیکھ کر ہنسے ؛ ہم ہنس دیئے وہ دیکھ کے ناشاد ہو گئے

خورشید بن گیا کوئی مہتاب بن گیا ؛ جلوے جہاں جہاں ترے آباد ہو گئے

وہ پھول بن گئے جو انہیں دیکھ کر ہنسے ؛ حیرت سے گڑ گئے تھے جو شمشاد ہو گئے

ہم اُن گلوں کی یاد میں روتے ہیں اے بہار ؛ جو تیرے انتظار میں برباد ہو گئے

اُستادِ دہر نے وہ طمانچہ کیا رسید
بھولے ہوئے سبق بھی ہمیں یاد ہو گئے

زباں کاٹی تو کیا زنجیر پہنائی تو کیا ہوگا

اگر پہنچی وہاں تک میری رسوائی تو کیا ہوگا
سمجھ لیں گے جو وہ بھی مجھ کو سودائی تو کیا ہوگا

اگر تھرائے لب آواز بھرائی تو کیا ہوگا
جو اُس محفل میں اپنی آنکھ شرمائی تو کیا ہوگا

مریضِ غم کے ساتھ اس درجہ بھی الفت نہیں اچھی
مجھے موت آ گئی اے شامِ تنہائی تو کیا ہوگا

جو دل میں بات ہو بے خوف کہہ دیتے ہیں دل والے
زباں کاٹی تو کیا زنجیر پہنائی تو کیا ہوگا

جلا دیں چار اک تنکے ہیں میرا آشیاں کیا ہے
ہوا پتوں نے دیکر آگ بھڑکائی تو کیا ہوگا

یہ ساری بستیاں اُجڑیں خرد مندوں کی سازش سے
جو اتنی بات دیوانوں کو سمجھائی تو کیا ہوگا

تم اک جلوہ دکھا دیتے تو سب خاموش ہو جاتے
زمانے سے اُلجھ بیٹھے یہ سودائی تو کیا ہوگا

یہ جسکی جان ہے دیدو اُسے سوچو نہ داناؤ،
جو ناداں کر گئے پہلے یہ دانائی تو کیا ہوگا

مرے اللہ مری جان اس تصور سے لرزتی ہے
تیری رحمت اگر میرے نہ کام آئی تو کیا ہوگا

شبِ فرقت ہے یا ہے اے امیؔ نزع کا عالم
نہ وہ آئے تو کیا ہوگا، نہ موت آئی تو کیا ہوگا

❁

❁ ❁

ادھر آؤ کہ راہِ کوئے جاناں ہم بتائیں گے

یہ انساں اک ذرا بن جائے انساں ہم بتائیں گے
بنا پھرتا ہے کیا گردونِ گرداں ہم بتائیں گے

فرشتے پر بچھا دیتے ہیں جن کی رہگذاروں میں
کچھ ایسے بھی ہیں اس دنیا میں انساں ہم بتائیں گے

جو اپنی جاں بچالیں دیکھے ایماں تم نے دیکھے ہیں
جو دیکر جاں، بچالیں اپنا ایماں ہم بتائیں گے

صدا کس نے یہ دی مقتل سے اے بھٹکے ہوئے لوگو
اِدھر آؤ کہ راہِ کوئے جاناں ہم بتائیں گے،

بزُرو ئے حق اگر باطل ٹھہر جائیں تو ہم جھوٹے

کچھ ایسے گُر بہ فیضِ شاہِ مرداںؑ ہم بتائیں گے

خرد والوں کی ہر تہمت غلط ثابت ہوئی، پھر کیوں
جنوں والے ہیں اب بھی پا بہ جولاں ہم بتائیں گے

نہ اس میں دخل ہے فصلِ خزاں کا اور نہ صرصر کا
کیا کس نے ہمارا باغ ویراں ہم بتائیں گے

جزا کے دن وہ جب پوچھیں گے ہم سے مہرباں ہو کر
کراماً کاتبیں "فہرستِ عصیاں ہم بتائیں گے

امیں جن پاک داما نوں کی شہرت ہے زمانے میں
انہیں کے پیرہن ہیں چاک داماں ہم بتائیں گے

کب اور کہاں ملو گے بچھڑ کے جب یہاں سے

ہم رہ نشیں ہیں بے شک سادہ سے کم زباں سے
ممکن نہیں یہ لیکن دب جائیں آسماں سے

سچ بھی ہے بے اثر یوں واعظ تری زباں سے
جس طرح تیر چھوٹے ٹوٹی ہوئی کماں سے

دے اُن کو دو جہاں تو جو خوش ہوں دو جہاں سے
اِک تجھ کو مانگتا ہوں میں تیرے آستاں سے

گلچیں کا ذکر کیسا شکوہ ہے باغباں سے
سنتے ہیں سننے والے ہر پھول کی زباں سے

پھر برق و آشیاں کا منظور ہے تماشا
پھر ہم اٹھا کے لائے تنکے کہاں کہاں سے

یوں جستجو میں ہے دلِ بیتے ہوئے دنوں کی
جیسے کوئی مسافر بچھڑا ہو کارواں سے

واللہ ابتدا سے برتی ہے بے نیازی،
کچھ مجھ سے اس جہاں نے کچھ میں نے اس جہاں سے

دنیا کا یہ کنارہ عقبیٰ کا وہ کنارہ
ڈوبیں گے ہم یہاں پر ابھریں گے ہم وہاں سے

اے جسم و روح یہ بھی سوچا کبھی کہ آخر
کب اور کہاں ملو گے بچھڑو گے جب یہاں سے

قدرت کا ہے کرشمہ ورنہ اس کی جرأت
اک مشتِ خاک ہو کر ٹکرائے آسماں سے

٭٭٭

صبحدم موت سے ہم وعدۂ وفا کرتے ہیں

میرے ہمدم میرے جینے کی دعا کرتے ہیں
موت کی مجھ کو تمنا ہے یہ کب کرتے ہیں

آج قدموں پہ ترے جان فدا کرتے ہیں
ہم یہ قیدی ترے صدقے میں رہا کرتے ہیں

تم نہ آئے شبِ وعدہ تو ہوا یہ انجام
صبحدم موت سے ہم وعدۂ وفا کرتے ہیں

یہ ترے رُخ کی چمک اور یہ جبیں کی تنویر
واقعی چاند ستارے بھی حیا کرتے ہیں

ہم نے داناؤں کی ٹھوکر میں زمانہ دیکھا

وہ ہیں ناداں جو زمانے کا گلہ کرتے ہیں

شیخ جی، کر دیا خلقت نے خدا کا انکار
آپ چُھپ چُھپ کے یہاں ذکرِ خدا کرتے ہیں

لیکے جب نام ترا دار کو چُوما ہم نے
چیخ اُٹھے لوگ یہ دیوانے بھی کیا کرتے ہیں

اُف اِنہیں سہل نہ تھا مرگ کیا ہے راضی
اب جو دشمن بھی مرے حق میں دعا کرتے ہیں

چلو اب جو خالق کو منظور ہے

اگر دل تجلّی سے معمور ہے
تو پھر دل نہیں شعلہ طور ہے

جو ہمت کریں ہم تو دو گام پر
جو سوچیں تو منزل بہت دور ہے

انا الحق ہے سب کی زباں پر یہاں
یہ دیکھو کہ کون اِن میں منصورؒ ہے

محبت کا رستہ کٹھن ہے مگر
چلو اب جو خالق کو منظور ہے

جو بولے گا سچ کاٹ دیں گے زباں
ازل سے یہ دنیا کا دستور ہے

رِہا ہو کے پھرتے ہیں گردِ قفس
شکستہ ہیں پَر آشیاں دور ہے

خدا پر بھروسہ ہے کتنا امینؔ
کہ تو بے کسی میں بھی مغرور ہے

اب تو میں دنیا کی نظروں میں تمہارا ہو گیا

میرے غم کا راز سب پر آشکارا ہو گیا
اب تو میں دنیا کی نظروں میں تمہارا ہو گیا
بچھ گئی ہے آ کے تیرے راستے میں کہکشاں
یا ترے قدموں سے ہر ذرّہ ستارا ہو گیا
سیلِ اشکِ غم حدودِ ضبط سے باہر ہوا
چڑھتے چڑھتے دل کا دریا بے کنارا ہو گیا
زندگانی کی دعا سے خوش وہ کیا ہوگا جسے
موت کی امید پر جینا گوارا ہو گیا
وہ امیؔ راک عمر جس کو آپ نے سمجھا حقیر
شور ہے دنیا میں آج اللہ کو پیارا ہو گیا

بہت مشکل ہے کرنا عمر بھر دل کی نگہبانی

معاذ اللہ تیرے سحر سے ہے دل کو حیرانی
کہ اَے دنیا تیرے زنداں میں خوش ہیں تیرے زندانی،
بتا دیتی ہے کیا ہے کیا محبت کی پریشانی
کہ میں نے آئینے میں اپنی صورت بھی نہ پہچانی
نقابِ رُخ اُٹھا دے، کر بھی دے جلووں کی ارزانی
کہ اب دیکھی نہیں جاتی نگاہ و دل کی ویرانی،
مجھے دیوانہ کہکر پاؤں میں زنجیر پہنا دی
خدا جانے میں دیوانہ ہوں یا دنیا ہے دیوانی
کسی کے آستاں پر تو نے سر رکھا تو یوں چمکا
بتاتا ہے یہ صاف اے چاند تیرا داغِ پیشانی
بس اے دنیا یقیں کر مجھ سے تیرا ساتھ ناممکن
قسم کھالوں میں کافر ہوں اگر تیری کبھی مانی
برس پڑتی ہیں آنکھیں جب کبھی ابر بہار آئے
دھواں دیتا ہے دل اُف شاخ گل کی شعلہ افشانی

یہی عالم رہا اے دل تو بحرِ غم میں ڈوبا،
نہ بس کرتی ہیں آنکھیں ہی نہ کم ہوتی ہے طغیانی

تجھے دیکھا تو اے جاں مجھ کو یوں محسوس ہوتا ہے
کہ جیسے ہے کوئی صورت ازل کی جانی پہچانی

وہ دل لے کر بہت خوش ہیں میں دل دیکر بہت خوش ہوں
بہت مشکل ہے کرنا عمر بھر دل کی نگہبانی

محبت روح بن کر جب رگ و پے میں سما جائے
تو پھر اے جاں فنا کیسی نہ تو فانی نہ میں فانی

محبت ہے مقامِ کفر و ایماں سے بہت بالا
بغاوت اس سے کفر اِسکی اطاعت ہے مسلمانی

امیں خاموش رہ یہ نغمہ پیرائی نہیں اچھی
کہ پابندِ قفس کر دے نہ تجھے تیری خوش الحانی

٭ - ٭ - ٭

دیوانے کسی بات کو سمجھا نہ سکیں گے

دنیا کو اگر راہ پہ ہم لا نہ سکیں گے
سر بھی کسی دیوار سے ٹکرا نہ سکیں گے

کھوئیں گے ہمیں لوگ تو پھر پا نہ سکیں گے
یوں جائیں گے دنیا سے کبھی آ نہ سکیں گے

بات آ گئی لب پر کہ قضا آ گئی سر پر
سُن لو کہ اِسے پھر کبھی دُہرا نہ سکیں گے

ہم اور کریں اہلِ زمانہ سے توقعؔ
مر جائیں گے یہ زہر بھی کھا نہ سکیں گے

کچھ خون کی بوندیں ابھی باقی ہیں جگر میں

کچھ پھول کھلائیں گے جو مرجھا نہ سکیں گے

دیوانوں کو سمجھو، تو حقیقت کو سمجھ لو
دیوانے کسی بات کو سمجھا نہ سکیں گے

اے دردِ جگر اور فزوں اور فزوں ہو
تڑپیں گے نہ جب تک انہیں تڑپا نہ سکیں گے

ہم خوار و پشیماں تھے تری بزم سے جاکر
اب مر کے یہاں آئے کہ پھر جا نہ سکیں گے

میں خوش ہوں انہیں کر کے زمانے کو فراموش
اب اہلِ زمانہ مجھے ٹھکرا نہ سکیں گے

۵

مجھ کو تیرے سامنے سجدہ رَوا ہو گیا

وہ جو میرے سامنے جلوہ نما ہو گیا
کم تو نہیں، شوقِ دل بلکہ سوا ہو گیا

مَیں جو اُنہیں دیکھ کر اُن پہ فدا ہو گیا
دل کو بھی چین آ گیا حق بھی ادا ہو گیا

جب وہ چمن میں گئے جھوم اُٹھی شاخ شاخ
شاخ کا ہر ایک برگ دستِ دعا ہو گیا

میرے جنوں نے مجھے بخش دیا وہ مقام
مجھ کو تیرے سامنے سجدہ روا ہو گیا

تیری خدائی میں ہے آج بغاوت سے ہلچل
کون کرے بندگی بندہ خدا ہو گیا

سن کے ترا نام اب چوم نہ لوں خار کو
یاد تیری آ گئی درد سوا ہو گیا

اس نے اُٹھایا نہ پھر رکھ کے ترے در پہ سر
اب تو ایں قبلۂ اہلِ وفا ہو گیا

تمہارے حوصلے کا امتحان ہے

خُداوندا بڑی مشکل میں جاں ہے ؛ مجھے مرنا نہیں جینا گراں ہے

یہ ہفت افلاک ہیں یہ کہکشاں ہے ؛ بتا اے دل تیری منزل کہاں ہے

اگر کی سرکشی انساں نے تو کیا ؛ زمیں جتنی ہے زیرِ آسماں ہے

کئے سو راز افشا جس نے مجھ پر ؛ وہ میرا دل ہے تیرا رازداں ہے

جو مجھ سے چھپ کے مجھ کو دیکھتا ہو ؛ اُسے میں کیوں پکاروں تو کہاں ہے

جہاں بستی تھی پہلے دل کی بستی ؛ وہاں اب غم کا بحرِ بے کراں ہے

حرم والو۔ خدا حافظ حرم کا ؛ ستم در آستیں ہر پاسباں ہے

فلک پر تھا جو مسجودِ ملائک ؛ زمیں پر اب وہ خاکِ رائیگاں ہے

یہ دیوانے جو پتھر کھا رہے ہیں ؛ تمہارے حوصلے کا امتحاں ہے

جو اربابِ نظر ہیں کاش دیکھیں ؛ کہ میری بے زبانی ہی زباں ہے

جگر پہ چوٹ کھا کر مسکراؤ ؛ محبت امتحاں ہی امتحاں ہے

خدا سے بدگمانی کر کے دیکھا ؛ اب انساں سے انساں بدگماں ہے

امینؔ ہستی کے پردے کو اٹھا دے
یہ شب تیری سحر کے درمیاں ہے

؛ ؛ ؛
؛ ؛
؛

میں دیوانہ نہیں ہوں میری صورت دیکھنے والے

جو ہیں صبحِ وطن میں شامِ غربت دیکھنے والے - انہیں دیکھیں نہ کیوں باچشمِ عبرت دیکھنے والے

ہیں دیوانوں کی صورت دیکھتا ہو اہلِ دانش کو - میں دیوانہ نہیں ہوں میری صورت دیکھنے والے

سمجھ تو خود کو پہلے پھر خدا کو بھی سمجھ لے گا - تو دیکھ اپنی حقیقت اے حقیقت دیکھنے والے

وہ جلوہ عام ہے پر اس کا نظارہ ہے ناممکن - اگر رکھتے نہ ہوں چشمِ بصیرت دیکھنے والے

قضا کو ساتھ لیکر صبح کی پہلی کرن نکلی - کہ اب آرام کر لیں شامِ فرقت دیکھنے والے

امیں یہ دیکھتے انکو تو خود آئینہ بن جاتے
بڑے حیراں ہیں آئینے کی حیرت دیکھنے والے

زنجیروں کو توڑ نہ ڈالیں جوش میں آ کر یہ دیوانے

درد کا قصہ کوئی نہ سمجھا دل کی کہانی کیا کوئی جانے • دنیا نے میری اک چپ سے لاکھ تراشے ہیں افسانے

فصلِ گل آئی فصلِ گل آئی شور مچانے والو سوچو • زنجیروں کو توڑ نہ ڈالیں جوش میں آ کر یہ دیوانے

وہ بازی بھی ہم نے دیکھی یہ بازی بھی دیکھ رہے ہیں • بات یہ ہے ٹھہرے تو نہیں ہیں بازی سارے داؤ پرانے

جن کے ایک اشارے نے کل صرصر کا رُخ پھیر دیا تھا • آج اُن کا رخ پھیر دیا ہے ہلکی سی اک موجِ ہوا نے

کب مفلس کے آنسو پونچھیں جن سے بھرے ہیں دامن جن کے • جن سے بھرے ہیں دامن لیکن خوف سے خالی دل کے خزانے

دل کی بات چھپانے والے موت سے ڈر، کہ موت یہی ہے
زیست تو یہ ہے دار پہ چڑھ کر دل کی کہی اربابِ وفا نے

• •

یہ ہماری زندگی کی مختصر رُوداد ہے!

بے سبب انساں پر انساں کی بیداد ہے ، اے "الٰہ العالمین" فریاد ہے فریاد ہے

جن کے اشک و خوں نے بخشا چمن کو آب و رنگ ، اُن کی ویرانی بھی اربابِ چمن کو یاد ہے

زندگی بھر زندگی کی جستجو کرتے رہے ، یہ ہماری زندگی کی مختصر رُوداد ہے

لیجئے حاضر ہیں پھر جیب و داماں پر حضور! ، آپ پر الزام اگر آیا، تو کیا، ارشاد ہے

رہنما کن راستوں پر لا کے کہتا ہے مجھے ، گامزن ہو جا جدھر چاہے تو اب آزاد ہے

دوستی کی شرط دستورِ وفا پر تھی امیںؔ
کیا بُرا ہے اب جو پوچھوں اُن سے "وعدہ یاد ہے"

مَیں دیکھتا ہوں کہ خالی ہے طاقِ بتخانہ

مری نظر میں یگانہ بھی اب ہے بیگانہ :: تمہیں کہو، میں خردمند ہوں کہ دیوانہ

کوئی تو حرم ہی سے اِک شمع لا کے رکھ دیتا :: مَیں دیکھتا ہوں کہ خالی ہے طاقِ بتخانہ

مَیں ہوں زمانے کے ظرفِ ضمیر سے آگاہ :: کہ میرے پاس ہے فکر و نظر کا پیمانہ

جنوں کو پردوں میں چھپ چھپ کے چھیڑنے والے :: یہ دیکھ! ضد پہ نہ آجائے کوئی دیوانہ

ہزار غم ہو، پر آنسو ہی پی شراب نہ پی
ایس ملا، نہ حقیقت میں رنگِ افسانہ

⁂

دل کی مگر سحر کہاں، غم کا دِیا بجھا نہیں!

نغمۂ عیش کسکو یاد، نالۂ غم بجا نہیں = اب مری زیست کو نہ پوچھ ساز تو ہے صدا نہیں

ہوگئی صبح کی نمود، بجھ گئے بزم کے چراغ = دل کی مگر سحر کہاں، غم کا دِیا بجھا نہیں!

گل ہیں چمن میں زرد زرد، سینوں میں دل ہیں سرد سرد = آہ یہ دورِ نا سزا، کیسا ہے اگر سزا نہیں

ہاں ضمیر کے ضبط نے تجھے، ظلم کا حوصلہ دیا = میری بھی کچھ خطا نہیں، تیری بھی کچھ خطا نہیں

موسمِ گل کے باوجود، پھول نہ مسکرا سکے! = بات تو سوچنے کی ہے، پر کوئی سوچتا نہیں

آئینۂ خیال میں، ماضی و حال دیکھ لے = اب وہ بشر بشر نہیں، یا وہ خدا خدا نہیں

وہ اُٹھے بوریا نشیں، مسندِ شہہ اُلٹ نہ دیں
جس میں سکت ہو روک لے، ہم میں تو حوصلا نہیں

پھول انگاروں کی صورت میں بدل جاتے رہے

آج یوں افسانہ اپنے غم کا دُہراتے رہے
اہلِ محفل سُن کے روتے اور وہ شرماتے رہے

دیکھتے تھے بزم میں ہنس ہنس کے وہ دل کی طرف
ہم بھی ہنستے ہی رہے آنسو بھی چھلکاتے رہے

عرضِ غم کی کس میں جرأت اُن کے تیور دیکھ کر
اُف یہ مجبوری کہ میرے ہونٹ تھرّاتے رہے

اُن کو اب کانٹوں سے دامن کو بچانا چاہیئے
ڈالیوں سے پھول چُن چُن کے جو برساتے رہے

ہم نے دیکھا ہے وہ موسم بھی چمن میں بارہا
پھول انگاروں کی صورت میں بدل جاتے رہے

اللہ اللہ اِک نظر میں تم نے وہ دل لے لیا
جس کے بل پر ہم دو عالم کو بھی ٹھکراتے رہے

کون دے سکتا امینؔ اُس کے تصور کو شکست
لاکھ مہر و مہ میری نظروں سے ٹکراتے رہے

میرا گلشن بھی عجب ہے پھول ہیں شبنم نہیں

کس سے کہدیں رازِ غم کوئی یہاں محرم نہیں
ضبط ہی بہتر ہے اے دل غم نہیں یا ہم نہیں

زخم دل پر ہیں مگر آنکھیں مری پُر نم نہیں
میرا گلشن بھی عجب ہے پھول ہیں شبنم نہیں

مُسکرایا، میں تو اپنے حال پر اُن کے حضور
اور وہ سمجھے کہ میرے دل میں اُن کا غم نہیں

تیرے ہونٹوں پر تبسم دیکھنے کا شوق تھا
ورنہ مجھ میں طاقتِ ضبطِ ستم کچھ کم نہیں

اِس طرف شمعیں ہوئیں گُل، اُس طرف تارے بُجھے
تم مرے پہلو سے کیا اُٹھے کہ وہ عالم نہیں

التفاتِ دوست کے قابل اہیں کب ہو رکا
کیا کہا وہ بے شفا ہیں، اے میرے ہمدم "نہیں"

...

زندگانی کے سہاروں کو نہ جانے کیا ہوا

مہ رخوں کو ماہ پاروں کو نہ جانے کیا ہوا
اے نظر اب اُن نظاروں کو نہ جانے کیا ہوا

وہ ادائیں وہ تبسم وہ اشارے وہ نگاہ
زندگانی کے سہاروں کو نہ جانے کیا ہوا

تجھ کو ذوقِ خودنمائی کھا گئی کس کی نظر
اے شبِ غم چاند تاروں کو نہ جانے کیا ہوا

ایک بے اندازہ تاریکی ہے اِک گہرا سکوت
زندگی کی رہگذاروں کو نہ جانے کیا ہوا

آج میں تنہا پیے جاتا ہوں غم کے تلخ جام

دوستوں کو غم گساروں کو نہ جانے کیا ہوا

،

آج بھی محفل میں دیکھا اُن کی جانب بار بار
لیکن آج اُن کے اشاروں کو نہ جانے کیا ہوا

،

اس طرف دل اُس طرف تاروں کو نیند آنے لگی
آج ان شب زندہ داروں کو نہ جانے کیا ہوا

،

اے امینؔ میخانہ بے رونق ہے ساقی بھی اُداس
میکشوں کو مے گساروں کو نہ جانے کیا ہوا

...:...

تیری محفل دل میں ہے یا دل تیری محفل میں ہے

واقعی اُس وقت تک اک سعیِ لاحاصل میں ہے
جب سمجھتا ہو یہ دیوانہ وہ کس منزل میں ہے

اُف یہ منزل شوق کی دل کس قدر مشکل میں ہے
اک قدم منزل کے باہر اک قدم منزل میں ہے

کیا خبر مجھ کو جنونِ شوق کس منزل میں ہے
تیری محفل دل میں ہے یا دل تیری محفل میں ہے

عشق کی وہ راہ جو ہے درمیانِ مرگ و زیست
میرا ذوقِ جستجو اُس پُرخطر منزل میں ہے

میں نے سو بار اُن سے اظہارِ تمنا کر دیا
پھر بھی یہ محسوس کرتا ہوں کہ دل کی دل میں ہے

اُے امینؔ فطرت نے بخشا ہے مجھے سوزِ دروں
اک شرارِ شوق پنہاں میرے آب و گِل میں ہے

⁘

عشق میں پیدا کریں گے نازِ معشوقانہ ہم

راہ میں جب چھوڑ آئے کعبہ و بتخانہ ہم
اب کدھر لے دل بڑھے جاتے ہیں بیتابانہ ہم

حُسن بھی شاید بدل دے اپنا اندازِ مزاج
عشق میں پیدا کریں گے نازِ معشوقانہ ہم

حرف حرف اُس کا ستارہ فقرہ فقرہ کہکشاں
لکھ رہے ہیں اِک نئے انداز کا افسانہ ہم

یا نظر کو بھی چمک کر چھین لے برقِ جمال
یا کھلی آنکھوں سے دیکھیں جلوۂ جانانہ ہم

محفلِ ساقی میں بنتی ہی نہیں بے ترکِ ہوش
کام لیں گے تجھ سے اب اے لغزشِ مستانہ ہم

ہاں بھڑک اے شعلۂ غم آگئی شامِ بلا
تجھ سے اب روشن کریں گے شمعِ ماتم خانہ ہم

رونے والے رو رہے ہیں سونے والے سو گئے
کون سنتا ہے! سنائیں کس کو اب افسانہ ہم

اے امیںؔ محفل سے اٹھتا ہے پھر آہوں کا دھواں
چھیڑتے ہیں جب حدیثِ شعلہ و پروانہ ہم

کچھ درد تو خود مل جاتا ہے کچھ درد مہیّا کرتے ہیں

محفل میں بمشکل ہنس ہنس کر درد اپنا چھپایا کرتے ہیں
تنہائی میں تجھ کو اے جاں ہم رو رو کے پکارا کرتے ہیں
فرقت کی اندھیری راتوں کو اس طرح گزارا کرتے ہیں
دل ہم کو پکارا کرتا ہے ہم دل کو پکارا کرتے ہیں
اے دوست اسے بے کیف نہ کر بے لطف نہ کر بے رنگ نہ کر
یہ دردِ محبت جس کے لئے مرنا بھی گوارا کرتے ہیں
کیا ذوقِ طبیعت رکھتے ہیں کیا اہلِ جنوں سمجھائیں تمہیں
کچھ درد تو خود مل جاتا ہے کچھ درد مہیّا کرتے ہیں

جو بات تھی جی میں لب پر ہے یہ بات ایسی کچھ عیب نہیں
کیوں اہلِ نظر میری جانب دزدیدہ اشارا کرتے ہیں

میں ترکِ میکشی کی قسم کھا کے آ گیا

تھے دوزخ و بہشت تری راہ میں مگر
میں دوزخ و بہشت کو ٹھکرا کے آ گیا

•

اِک ربطِ خاص دل کو ترے آستاں سے ہے
ورنہ ہر آستاں پہ گیا جا کے آ گیا

•

دیکھا جو اُس نے مست نگاہوں سے اے امین
میں ترکِ میکشی کی قسم کھا کے آ گیا

⁂ ⁂ ⁂

زمین و آسماں کو لرزاں لرزاں ہم نے دیکھا ہے

گلوں کو گلستاں میں چاک داماں ہم نے دیکھا ہے
حسینوں کو اسیرِ دردِ پنہاں ہم نے دیکھا ہے

کھلی ہے آنکھ گو قیدِ قفس ہی میں مگر پھر بھی
گماں کچھ کچھ یہ ہوتا ہے گلستاں ہم نے دیکھا ہے

ابھی ہم نے کتابِ شوق کا مضموں نہیں دیکھا
فقط "بیتابیاں" اک لفظِ عنواں ہم نے دیکھا ہے

وفورِ غم سے اک مجبور کے جب ہونٹ تھرّائے
زمین و آسماں کو لرزاں لرزاں ہم نے دیکھا ہے

سفینوں کے سہارے سیر کرتے ہیں جو دریا کی
کہو ان سے سفینوں میں بھی طوفاں ہم نے دیکھا ہے

بجائے شمع، روشن ہو گئے ہیں اشک مژگاں پر
غریبوں کے گھروں میں یوں چراغاں ہم نے دیکھا ہے

وہ مجذوبِ محبت وہ ابنِ وہ نوجواں شاعر
اسے دیکھا ہے جب، سر در گریباں ہم نے دیکھا ہے

ہے روحِ طلب لرزہ بر اندام ابھی تک

شاید ہے مرا ذوقِ وفا خام ابھی تک
جاں آ نہ سکی میری ہتر ے کام ابھی تک

کچھ کر نہ سکی گردشِ ایام ابھی تک
مِٹ کر بھی تو باقی ہے یہ ناکام ابھی تک

آئی بری توبہ نہ مرے کام ابھی تک
بدنام ہوں، بدنام ہوں، بدنام ابھی تک

اُن کی نگہ گرم تھی۔ شعلہ تھا، کہ بجلی
ہے روحِ طلب لرزہ براندام ابھی تک

پیغامِ وفا سُن بھی چکے، دل کو ہے لیکن
اِک تشنگیٔ لذتِ پیغام ابھی تک

منصور تو جاں دے کے بھی زندہ رہا لیکن
جلّاد پہ ہے قتل کا الزام ابھی تک

مدّت ہوئی وہ مجھ سے الگ ہو گئے رخصت
مجھ پر ہے مگر یاس کا ہنگام ابھی تک

ایک مقام ہے جہاں بادہ کشی ثواب ہے

ہاں وہ ہے کامیابِ شوق جو وہاں باریاب ہے
اُن کے حریمِ ناز میں ذرّہ بھی آفتاب ہے

میرے جنونِ شوق پر، عقل کو پیچ و تاب ہے
پاس ہوں یا وہ دُور ہوں دل میں اک اضطراب ہے

نشۂ حُسن اُن سے پُوچھ، نشۂ عشق مجھ سے پوچھ
حُسن بھی اک شراب ہے، عشق بھی اک شراب ہے

اے مِرے بے نیاز دیکھ! تیری قسم، ترے بغیر
زیست بھی اِک عذاب ہے، موت بھی اِک عذاب ہے

ایک خرابِ عشق نے جوش میں کیا یہ کہہ دیا
یہ بھی جہاں خراب ہے، وہ بھی جہاں خراب ہے

کہتا تھا مجھ سے ایک مست، کعبہ و دَیر سے پرے
ایک مقام ہے جہاں بادہ کشی ثواب ..... ہے

•

میں خوش ہوں انہیں میری محبت کا یقیں ہے

تسلیم! کہ دنیا کی ہر اک چیز حسیں ہے
پھر کیوں یہ، مری رُوح کو تسکیں نہیں ہے

وہ خوش ہیں ستم پر، کہ محبت کی سزا دی
میں خوش ہوں انہیں میری محبت کا یقیں ہے

جب تک نہ کیے سجدے تو در بھی تھا، جبیں بھی
اب سجدے میں ہیں ہم تو نہ در ہے نہ جبیں ہے

اے دوست وہ جس دن سے خفا ہو کے گئے ہیں
سینے میں کوئی شے ہے جو قابو میں نہیں ہے

اس طرح بھی اے دوست، تجھے میں نے کیا یاد
محسوس ہوا تو رگِ دل سے بھی قریں ہے

جب ہوا میرا نہ کوئی میں کسی کا ہو گیا

بے خودی میں مجھ سے اظہارِ تمنا ہو گیا
عشق کی لغزش سے آخر حسن رسوا ہو گیا

میں نے سوچا گلشن میں ہو شاید خونِ دل
جب ہوا میرا نہ کوئی، میں کسی کا ہو گیا

تیرے ہونے سے چمن تھا، اب یہ عالم ہے قفس
ہائے اے جانِ بہار، شوق یہ کیا ہو گیا

شامِ غم تارا جو ٹوٹا، میرے آنسو کی طرح
میرے دل میں درد کا اک حشر برپا ہو گیا

اس طرف عرضِ وفا پر ڈوبتا جاتا تھا دل
اُس طرف کچھ رنگِ عارض اور گہرا ہو گیا

اے امیںؔ ان کی محبت کے سوا سب کچھ حرام
حیف اُس دل پہ جو محوِ فکرِ دنیا ہو گیا

٭٭٭

ہمارا ہاتھ ہے دامن کسی کا

جنونِ قیس ہو یا حسنِ لیلا
کھلے ہیں گل ترے جلووں کے کیا کیا

محبت ابتدا میں اشکِ شبنم
محبت انتہا میں سیلِ دریا

مرا جذبِ محبت اللہ اللہ
اب اُن کے دل میں ہے میری تمنا

نفس کی آمد و شُد، زندگی ہے
فقط موجِ ہوا ہے زندگی کیا

بغیر اُن کے بھری محفل میں، اکثر
کیا محسوس جیسے میں ہوں تنہا

کمالِ بیخودی پہنچا یہاں تک
ہمارا ہاتھ ہے دامن کسی کا

دیکھ لیا قریب سے رنگِ طلوعِ آفتاب

اُن کی وہ اِک نگاہِ خاص کر گئی زندگی خراب
ہائے میں دل کو کیا کروں ہائے یہ دل کا اضطراب

آج نظر کے سامنے حُسن ہوا جو بے نقاب
دیکھ لیا قریب سے رنگِ طلوعِ آفتاب

ساقیٔ مہرباں سے کچھ نسبت خاص ہے مجھے
میری شراب بے سُبو میرا سرور بے شراب

رخصتِ دوست کا سماں یوں ہے نظر میں جس طرح
پھیل رہی ہو تیرگی ڈوب رہا ہو آفتاب

تیرے جنوں میں کھو چکا راحتِ زندگی امینؔ
ایک نگاہِ لُطف، اے پیکرِ مستی و شباب

دِل دے کے بھی اُنکو مجھے آرام نہ آیا

غم کا یہ اثر لب پہ تیرا نام نہ آیا،
میں خوش ہوں تیری ذات پہ الزام نہ آیا

لب پہ گلہ گردشِ ایّام نہ آیا،
آیا بھی تو یوں جس میں ترا نام نہ آیا

کرنا ہی پڑا کاتبِ تقدیر کا شکوہ
اے دوست جواب تک تیرا پیغام نہ آیا

اک تیر کی مانند ہے صیّاد کے دل میں
وہ صید ابھی تک جو تہہِ دام نہ آیا

کہتے ہیں کہ تکلیف کا ہے دل سے تعلق
دل دے کے بھی اُن کو مجھے آرام نہ آیا

احباب کہ اغیار ہوں اپنے کہ پرائے
کوئی بھی مصیبت میں ایسی کام نہ آیا

❁ ❁ ❁

سمٹی ہوئی بہارِ گلستاں کلی میں ہے

پنہاں جو ایک لطف تری برہمی میں ہے
شاید اُسی کا عکس میری زندگی میں ہے

•

تم سامنے نہ تھے، تو نظر میں تھی روشنی
اب سامنے ہو تم، تو نظر روشنی میں ہے

•

اللہ رے اُن کے لب پہ تبسّم نہ پوچھئے
سمٹی ہوئی بہارِ گلستاں کلی میں ہے

•

مجھ سے ابھی نہ پوچھ یہ اہلِ نظر سے پوچھ
کس بات پر غرور مجھے بے کسی میں ہے

∴

کبھی شہد سے بھی نفرت کبھی زہر بھی گوارا

ترے غم سے ہو نہ جاؤں کہیں عالم آشکارا
مجھے اپنے زیرِ داماں تو چھپا کے رکھ خدارا

جو کیا سکوں کی خاطر کوئی منتخب سہارا
تو کچھ اور بھی تڑپ کر ترے غم کو دل پکارا

کبھی اشک ہیں خوشی میں کبھی غم میں ہے تبسم
کبھی شہد سے بھی نفرت کبھی زہر بھی گوارا

جو نظر سے چھپ رہا ہے اسے کیا خبر کہ میں نے
جہاں آنکھ بند کی ہے وہیں کر لیا نظارا

کبھی روشنی دکھا دی مجھے آفتاب بن کر
کبھی میں نے دل کو دیکھا کہ ہے ڈوبتا ستارا

یہ گماں ہوا جو دل کو تیری رہگذر ہے شاید
تو جنوں نے جا کے تجھ کو سرِ کہکشاں پکارا

ملے دوستوں سے جا کر جنہیں دشمنوں کا ڈر تھا
وہ ابیؔ کدھر کو جائے جسے دوستوں نے مارا

ہزاروں بار راہِ زیست میں نازک مقام آیا

ہزاروں بار راہِ زیست میں نازک مقام آیا
مگر اے جاں ترا غم ہے کہ ہر منزل میں کام آیا

جنونِ جستجو میں اُٹھ کے جب دو ایک گام آیا
تو خود چلکر مرے زیر قدم میرا مقام آیا

مجھے اپنا نہیں صیاد تیرا پاس خاطر ہے
کہ ناداں تو تڑپ اُٹھے گا جب میں زیرِ دام آیا

عنایت کم نہ تھی کچھ ساقیٔ میخانہ کی مجھ پہ
مگر میں یوں سمجھتا ہوں کہ جیسے تشنہ کام آیا

قدم بڑھ کر مرے چومے ابھی جوہو۱؎ کی موجوں نے
لبِ ساحل پکارا شاعرِ شیریں کلام آیا

۱؎ بمبئی، سمندر کے کنارے سیرگاہ کا نام ہے

ذرا سی بات پہ بگڑے تو زندگی مشکل

ترے سوا وہ ستارے ہوں یا مہِ کامل
کوئی نہیں ہے ہماری نگاہ کے قابل
جوارِ عرشِ بریں میں تلاش کر منزل
یہ کہکشاں تو تری رہگذر ہے اے غافل
یہ مہر و ماہ کے پردے ہٹا کے سامنے آ
خطا معاف! نہ دے اب فریبِ لاحاصل
نہ جب تک آؤ گے خود میرے خیر مقدم کو
بڑھاؤں گا نہ قدم آ کے تا سرِ منزل
تمہارا ہو کے مرا دل بھی ہو گیا نازک
ذرا سی بات پہ بگڑے تو زندگی مشکل
کوئی تو مجھ کو بتا دے یہ جس کی محفل ہے
وہ شوخ خود بھی کبھی آئے گا سرِ محفل
نہ پوچھ مجھ سے امینؔ کیا جنوں میں کہہ ڈالا
سمجھ گئے مگر اہلِ نگاہ و صاحبِ دل

کس نے پھر پیار سے در پردہ پکارا مجھ کو

اَنجم و گُل نہیں ہو سکتے گوارا مجھ کو
پھونک اِن پردوں کو کرنے دے نظارا مجھ کو

مَیں کئی بار تیری یاد میں یوں چونک اُٹھا
جس طرح تو نے قریب آ کے پکارا مجھ کو

پھر وہی میں ہوں وہی راہ وہی ذوقِ تلاش
کس نے پھر پیار سے در پردہ پکارا مجھ کو

ہائے وہ زیست کہ وابستہ ہو تجھ سے اے دوست
موت اُس زیست کی خاطر ہے گوارا مجھ کو

تم نے جو عہد کیا لاکھ سہی جھوٹ، مگر
بے وفا ہو نہ یقین آئے خدارا مجھ کو

⁂

میں جل رہا ہوں اتنا قریب آفتاب ہے

اے شامِ غم نہ دل نہ ستاروں میں تاب ہے
دونوں کی آج ایک سی حالت خراب ہے

کس کو نظر کی تاب جو وہ بے نقاب ہے
میں جل رہا ہوں اتنا قریب آفتاب ہے

جس زندگی کو موت کا دھڑکا لگا رہے
وہ زندگی نہیں ہے خدا کا عذاب ہے

ہر شئے کو دل نے پیار کے قابل سمجھ لیا
شاید مری نظر میں تمہارا شباب ہے

یہ جانتا ہوں میں کہ خطر ہے چراغِ زیست
لیکن قسم خدا کی جنوں آفتاب ہے

یہ کیا مقامِ عشق ہے اب مطمئن ہے دل
حالانکہ نامراد ہے ناکامیاب ہے

ہے ہر نظر میں کوئی چراغِ نظر ضرور
ہر ذرے کی گرفت میں ایک آفتاب ہے

مجبور ہیں کچھ اس کے سوا کر نہیں سکتے

کیا کام ہے جو اہلِ وفا کر نہیں سکتے
ہاں ایک تمہیں دل سے جدا کر نہیں سکتے

تنگ آ کے ہم اِک روز بدل دیں گے زمانہ
مجبور ہیں کچھ اس کے سوا کر نہیں سکتے

دنیائے جنوں میں ہے خدائی ہی خدائی
جو اہلِ جنوں ہیں وہ دعا کر نہیں سکتے

اُن اہلِ وفا کے لئے دشوار ہے جینا
جو مر کے بھی توہینِ وفا کر نہیں سکتے

مغرور کچھ ایسے ہیں گدایانِ محبت

سُلطاں جنہیں ممنونِ عطا کر نہیں سکتے

کانٹے بھی اِسی خاک سے رکھتے ہیں تعلق
کانٹوں کو بھی گلشن سے جُدا کر نہیں سکتے

خود موت نے دی ہے میری ہستی کی ضمانت
اربابِ ستم مجھ کو فنا کر نہیں سکتے

کس طرح امیں بند ہو کوزے میں سمندر
جذبات کو لفظوں میں ادا کر نہیں سکتے

ٹوٹتا ہے جب کوئی تارا تڑپ جاتا ہے دل

عشق کیا شئے ہے کسی پر کس طرح آتا ہے دل
اُف نہ پوچھ اے دوست ان باتوں سے گھبراتا ہے دل

ایک وہ عالم مچل جاتا تھا دل ہر چیز پر
ایک یہ عالم دو عالم کو بھی ٹھکراتا ہے دل

یوں شبِ وعدہ رہا کرتا ہے اُن کا انتظار
بجھتے جاتے ہیں ستارے ڈوبتا جاتا ہے دل

اللہ اللہ رے شبِ غم اِن میں کتنا ربط ہے
ٹوٹتا ہے جب کوئی تارا تڑپ جاتا ہے دل

کیا عجب یہ مرحلہ ہے زندگی کا اے امیقؔ
دوست کرتے ہیں جفائیں اور شرماتا ہے دل

اب وہاں پہنچوں تو پوچھوں میں یہاں تھا یا نہ تھا

بے سہارے اپنی منزل تک پہنچ سکتا تھا
ہر قدم پر تم تھے میرے ساتھ میں تنہا نہ تھا

مجھکو تیری جستجو تھی دل ترا دیوانہ تھا
ورنہ ہر جانب حرم ہر موڑ پر بتخانہ تھا

دل یہ کہتا ہے کہ ان کی بزم سے آیا ہوں میں
اب وہاں پہنچوں تو پوچھوں میں یہاں تھا یا نہ تھا

واقعی میں مطمئن ہوں تو نے منہ پھیرا تو کیا
مجھ کو پہلے ہی بھروسہ تجھ پہ اے دنیا نہ تھا

جب وہ آئے ہونٹ تھرائے جبیں تر ہو گئی

طولِ رنجِ ہجر کا یہ مختصر افسانہ تھا

رات بھر تکتا رہا ہے چاند کس کا راستہ
حسن کو یوں ہم نے پابندِ وفا دیکھا نہ تھا

موت نے آ کر اتارا اس کے چہرے سے نقاب
ورنہ ہم نے زندگی کو عمر بھر دیکھا نہ تھا

میرے غم پر دوست روئے بھی تو شبنم کی طرح
کیا اُٹھاتے وہ ایسے طوفاں کہ دل دریا نہ تھا

•

کئی بار اس لئے کی اپنے جینے کی دعا ہم نے

حرم سے کچھ جواب آیا نہ بولا دیر سے کوئی
تمہارا نام لے لے کے پکارا جا بجا ہم نے

کبھی پھولوں کی مجلس میں کبھی تاروں کی محفل میں
جہاں دھوکا ہوا تیرا وہیں دی ہے صدا ہم نے

کہیں الزام آ جائے نہ تیری چارہ سازی پر
کئی بار اس لئے کی اپنے جینے کی دعا ہم نے

ترے غم کی قسم مجبور ہیں آنسو نہیں رکتے
زباں سے آج تک ورنہ کبھی کی التجا ہم نے

بالآخر دیدۂ تر سے ایسی تر ہو گیا دامن
کہ مجبوری میں غرق اپنا سفینہ کر دیا ہم نے

٭ ٭ ٭
٭

نظر کی چوٹ سے دل مائلِ فریاد ہوتا ہے۔

جو دیوانہ خوشی سے خانماں برباد ہوتا ہے
وہ پابندِ وفا رہ کر بھی کیا آزاد ہوتا ہے،

زمانہ جب کسی پر مائل بے داد ہوتا ہے
میرے لب پر ترا نام اے ستم ایجاد ہوتا ہے

کسے پھر ضبط کا دعویٰ دلِ ناشاد ہوتا ہے
کوئی بیداد گر جب مائلِ بیداد ہوتا ہے،

نہ دیکھ اے دوست کیفِ ضبطِ غم برباد ہوتا ہے
نظر کی چوٹ سے دل مائلِ فریاد ہوتا ہے

بغیر دام و دانہ صید زد میں آ ہی جاتے ہیں
اگر صیاد کوئی واقعی صیاد ہوتا ہے

ستاروں کی نظر پڑتی ہے جب کلیوں کے عارض پر
سکونِ دیدۂ و دل اور بھی برباد ہوتا ہے

تو اُس بیچارہ و درماندہ دل پر رحم کر یارب
جو ایما پر کسی کے شاد یا ناشاد ہوتا ہے

جنوں اُن منزلوں سے لے کے گذرا ہے انہیں مجھکو
جہاں ہر عقل کو اندیشہ افتاد ہوتا ہے

چمن چمن میں ہے پوچھا ترا نشاں اے دوست

نظر میں ساری فضا ہے دھواں دھواں اے دوست
تری تلاش نے پہنچا دیا کہاں اے دوست

کلی کلی نے مگر مسکرا کے ٹال دیا،
چمن چمن میں ہے پوچھا ترا نشاں اے دوست

وہ ایک نزع کا عالم ہے زندگی ہے نہ موت
نہ جب ہو روح شگفتہ نہ دل جواں اے دوست

ملا کے تجھ سے نگاہیں گماں یہ ہوتا ہے
کہ میں ہوں ساری خدائی کا رازداں اے دوست

امیں سے پوچھ یہ کیوں کانپ جاتا ہے
کسی پہ جب کوئی ہوتا ہے مہرباں اے دوست

خدا شاہد، غلط ہے مجھکو کوئی ناخدا لایا

نہ مجھ سے پوچھ اے میرے خدا دنیا سے کیا لایا
بڑی مشکل میں تھا دل، اسکو مشکل سے بچا لایا

بھنور میں ڈوب کر اُبھرا تو خود اِس پار آپہنچا
خدا شاہد، غلط ہے، مجھکو کوئی ناخدا لایا

نہ سمجھو اِن کو آنسو جو گرے ہیں میرے دامن میں
یہ کچھ گوہر میرے جذبات کا طوفاں بہا لایا

اُدھر دار و رسن کی داستانیں چھیڑ دیتے ہیں،
اِدھر جب بھی کبھی میں لب پہ حرفِ مدعا لایا

امیں لایا وہاں سے درد میں ڈوبا ہوا اِک دل
جہاں سے اے عدم تو ساغر و مینا اٹھا لایا

..

سے حضرت عدم کے ایک شعر کی طرف اشارہ ہے۔

ترے چہرے پہ واعظ مردنی کیوں چھائی جاتی ہے

ذرا دیکھیں جو پروانوں کی قربانی پہ ہنستے ہیں
کہ اس منظر سے خود کو شمع کی تھرائی جاتی ہے

فقط اس بات پر مجھ سے بگڑ بیٹھی ہے یہ دنیا
کہ مجھ میں کچھ ابھی تک آدمیت پائی جاتی ہے

مجھے یہ درس دیکر "زندگی ملتی ہے میدان میں"
ترے چہرے پہ واعظ مردنی کیوں چھائی جاتی ہے

یہ کہکر خوفِ اجل دستِ اجل سے رزم گاہوں میں
شہیدوں کو قبائے زندگی پہنائی جاتی ہے

ابھی اک عمر گذری ہے تری رندی کے عالم میں
اگر توبہ بھی کر لے گا کہیں رسوائی جاتی ہے

سوائے ساقی کے کیا ہے شراب خانے میں

نہ آگ ہوتی جو برق اور آشیانے میں
کہاں سے سوز یہ آتا مرے فسانے میں

ہزاروں غنچے کھلیں پر کہاں نصیب انہیں
وہ ایک بات جو ہے تیرے مسکرانے میں

زمین سے تا بہ فلک رنگ حسن و حکمت دیکھ
جو شے ہے خوب ہے قدرت کے کارخانے میں

نظر نہ آئے تو یہ ہے تیری نظر کا قصور
بلا کے دام ہیں پوشیدہ دانے دانے میں

نکل گیا مرے منہ سے جو سچ تھا مستی میں
سوائے ساقی کے کیا ہے شراب خانے میں

زمانہ جن کی روش پر چلے گا آخر کار
کچھ ایسے بھی ہیں مسافر مرے زمانے میں

میں کر رہا ہوں امیں بے کسی کا نظارہ
چراغ اشک جلا کر غریب خانے میں

جانتا ہوں کون مرتا ہے کسی کے واسطے

مانگتا ہوں تجھ سے مَیں تیری خوشی کے واسطے
اے خدا درِ آدمیت آدمی کے واسطے

میں نے کِن کِن ظلمتوں کا کردیا سینہ شگاف
اک شعاعِ نورِ علم و آگہی کے واسطے

جن کا دل آگاہِ سِرِ زندگی ہے دیکھیے
کس ادا سے مر رہے ہیں زندگی کے واسطے

دوستوں کی دوستی کا شکریہ دل سے، مگر
جانتا ہوں کون مرتا ہے کسی کے واسطے

یوں بغاوت کی سزا دے اِن کو اے میرے خدا
اور پیدا کر اب انساں بندگی کے واسطے

راستبازوں کی نہیں سنتے کبھی یُوں کج کلاہ
دار تک جانا پڑے گا راستی کے واسطے

اے امیں یہ انقلابِ دہر اللہ کی پناہ
بت شکن آمادہ ہیں اب بت گری کے واسطے

مشکل نہ پڑے جب تک کوئی مشکل سے گذارا ہوتا ہے

جب اُن کی توجہ ہوتی ہے جب اُن کا سہارا ہوتا ہے
طوفانوں میں ساحل ملتے ہیں موجوں میں کنارا ہوتا ہے

•

نیزے کی اَنی پر سر اُونچا کب میرا تمہارا ہوتا ہے؟
یہ اُن کی عنایت ہوتی ہے یہ اپنا ستارا ہوتا ہے

•

اے دوست مجھے کچھ ہوش نہیں دنیا کی زبانی سنتا ہوں
جو بات زباں پر آتی ہے وہ راز تمہارا ہوتا ہے

•

مشکل ہی پڑے پر زیست کے دن ہوتے ہیں بسر آسانی سے
مشکل نہ پڑے جب تک کوئی مشکل سے گذارا ہوتا ہے

•

جب تیرے کرم کی بارش ہو صحرا بھی چمن کھل جاتے ہیں
کانٹوں میں بھی کلیاں ہنستی ہیں جب تیرا اشارا ہوتا ہے

•

یہ سُن کے چلے ہیں دیوانے شاداں شاداں رقصاں رقصاں
مقتل میں جمالِ جاناں کا جاں دے کے نظارا ہوتا ہے

•

ہنسنے کا زمانہ بیت گیا روتے ہیں تو ہنستی ہے دنیا
چُپ رہ کے بھی ہم نے دیکھا ہے جو حال ہمارا ہوتا ہے

•

جینا دو اہی سا کیا جینا ہے بے رنگِ جنوں بے ذوقِ عمل
جینے کے لئے دل والوں کو مرنا بھی گوارا ہوتا ہے

•

یہ کہہ کے دل نہ بجھاؤ بڑا اندھیرا ہے

وفا کی جوت جگاؤ بڑا اندھیرا ہے
دیا دیئے سے جلاؤ بڑا اندھیرا ہے

قدم قدم پہ یہاں ٹھوکریں ہیں راہ روؤ
قدم سنبھل کے بڑھاؤ بڑا اندھیرا ہے

جو سوئیں ان کو جگا دو کہ چور پھرتے ہیں
متاعِ دل کو بچاؤ بڑا اندھیرا ہے

وہ آستینوں میں رکھتے تھے جو یدِ بیضا
کہاں ہیں اُن کو بلاؤ بڑا اندھیرا ہے

میں دیکھتا ہوں انہیں ظلمتوں میں نورِ سحر
یہ کہہ کے دل نہ بجھاؤ بڑا اندھیرا ہے

فلک پہ چاند نہیں ہے تو اے زمیں والو
کوئی چراغ جلاؤ بڑا اندھیرا ہے

بھٹک نہ جائیے ایں جادۂ محبت سے
نقاب رُخ سے اُٹھاؤ بڑا اندھیرا ہے

اِک خاک اُڑ رہی تھی جہاں تک نظر گئی

زلفِ سیاہ جب ترے رخ پر بکھر گئی
محسوس یوں ہوا کہ شب آئی، سحر گئی

+

راہِ وفا میں کوئی بھی آیا نہ میرے بعد
اِک خاک اُڑ رہی تھی جہاں تک نظر گئی

+

جب ماہِ نیم ماہ کو دیکھا تو بار بار
میری نگاہِ شوق ترے بام پر گئی

+

میں تیری راہ دیکھ رہا تھا تو بارہا
دنیا مرے قریب سے ہو کر گزر گئی

+

ناداں سمجھ رہے تھے امیں تجھکو ترے دوست
ہلکی سی تیری ایک ہنسی کام کر گئی

چلے ہیں اب سوئے مقتل یہ تیرے شیدائی

یہ کس نے درد میں ڈوبی ہوئی غزل گائی
دبی ہوئی تھی میرے دل کی چوٹ ابھر آئی
جو دوست میری مصیبت میں تھے تماشائی
ہنسے کچھ اس طرح دشمن کی آنکھ بھر آئی
لہو کی بوند جو دل سے مژہ تک آ پہنچی
وہ بن گئی میرے دامن پہ داغِ رسوائی
حرم میں بھی تیرے جلوے بقدرِ شوق نہیں
چلے ہیں اب سوئے مقتل یہ تیرے شیدائی
بجھائیں پیاس ہی کانٹوں کی اور کچھ نہ سہی
کسی کے کام تو آئے یہ آبلہ پائی
لرز کے رہ گیا اور پھر سنبھل سکا نہ چراغ
سحر کی پہلی کرن دیکھنے کو جب آئی
ہوئے ہیں واقفِ اہلِ زمانہ ہم جب سے

اُٹھا رہے ہیں اُسی وجہ سے رنجِ تنہائی

زمیں پہ لاکھ حوادث گذر گئے لیکن

نہ مہر و مہ کی جبیں پر کبھی شکن آئی

سکونِ دل کے لئے ڈھونڈ فقرِ سلطانی

تیرا علاج نہ اسکندری نہ دارائی

ہوئی ہمیشہ جو شاہوں کی برہمی کا سبب

وہ بات ہم نے کبھی دانستہ آج دُہرائی

وہ صدق و جذبِ کلیمی ہے جس کسی میں ابھی

کہ برقِ حُسن سرِ طُور پھر نہ لہرائی

-:-:-:-
:-:

طبیعت اب کھلونے دیکے بہلائی نہیں جاتی

طبیعت اب کسی صورت سے بہلائی نہیں جاتی
بھری محفل ہے لیکن میری تنہائی نہیں جاتی

ہزاروں نقش رنگیں مٹ چکے ہیں پھر بھی دنیا کی
یہ رنگینی یہ زیبائی یہ رعنائی نہیں جاتی

محبت میں نہیں کچھ فرق جینے اور مرنے میں
یہ اک نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

کہاں تک اِن امیدوں کے سہارے پر ہیں زندہ
طبیعت اب کھلونے دیکے بہلائی نہیں جاتی

وفا نا آشنا سے دوستی کرنا ہے نادانی،
دلِ ناداں کو اتنی بات منوائی نہیں جاتی

لہو دینے لگی ہر اک رگِ گل صحنِ گلشن میں
عنادل کی ابھی تک نالہ فرسائی نہیں جاتی

سوائے صبر، یہ مانا، نہیں کوئی دوا غم کی
امیںؔ لیکن یہ اتنی تلخ ہے کھائی نہیں جاتی

فلک نے ڈال دیا اُن پہ چاندنی کا کفن

اُنہی سے دین کی عزت انہی سے شانِ وطن
وہ جن کے ہاتھوں میں تلوار ہے سروں پہ کفن

=

ہمارا عیش و مسرت، ہمارا رنج و محن!
ترے لبوں کا تبسّم، تیری جبیں کی شکن

=

وہ کون ہے جو زمانے میں رہ سکا آزاد
کوئی اسیرِ قفس ہے کوئی اسیرِ چمن!

=

جو شمعیں کشتہ ہوئیں اہلِ دل کی تربت پہ
فلک نے ڈال دیا اُن پہ چاندنی کا کفن

=

نہ راہبر کی خوشامد نہ راہزن کا گلہ

میں دل کے ساتھ ہوں، دل راہبر ہو یا رہزن

=

وہ لوگ جن کے ہیں دل آفتاب کی مانند
انہی کی آنکھ سے ملتی ہے روشنی کی کرن،

=

جو دیدہ ور ہیں وہ انجام سے نہیں غافل
زباں پہ نعرۂ حق ہے نظر میں دار و رسن

=

امیںؔ کمال کا دعویٰ اگر کرے تو غلط
خدا کی دین ہے یہ سوز و رنگِ شعر و سخن

مرو گے خوف سے تم اہلِ ساحل ہم نہ کہتے تھے

ضروری ہے تمیزِ حق و باطل ہم نہ کہتے تھے
نہیں پیش آئے گی اک دن یہ مشکل ہم نہ کہتے تھے

٭

یہ سب صیاد ہیں تم باغباں جن کو سمجھتے ہو
مقید ایک دن ہونگے عنادل ہم نہ کہتے تھے

٭

سلامت آئیں گے ہم رُخ بدل کر تند موجوں کا
مرو گے خوف سے تم اہلِ ساحل ہم نہ کہتے تھے

٭

سنبھالو اپنی دستاریں کہیں غائب نہ ہو جائیں
مبادا گل یہ کر دیں شمعِ محفل ہم نہ کہتے تھے

٭

بدل دو کم بصیرت خام ہمت رہنماؤں کو
نہ پہنچیں گے کبھی یہ تا بہ منزل ہم نہ کہتے تھے

٭

ہم اُٹھیں گے اسی محفل سے جب یہ کہہ کے اٹھیں گے
ہمارے ساتھ ہے یہ رنگِ محفل ہم نہ کہتے تھے

٭ – ٭ – ٭

میں جسکو ڈھونڈتا ہوں یہ وہ آدمی نہیں

اے دوست میرے واسطے دنیا نئی نہیں
جب سے بنی ہے اس سے کسی کی بنی نہیں

جس آدمی سے بھی میں ملا دل نے کہدیا
ہے جس کو ڈھونڈتا ہوں یہ وہ آدمی نہیں

کیا بات ہے حصولِ تمنا کے باوجود
دل کو سکون روح کو آسودگی نہیں

میں خوش رہوں گا اے میرے حاسد بُرا نہ مان
قسمت بُری ہے میری طبیعت بُری نہیں

دنیا کا اعتبار ہمارے ہی دم سے ہے
دنیا قریب ہو کے ہمیں دیکھتی نہیں

دیوانہ ہے تو لوگ ترا ساتھ نہ دیں گے

رہتے ہیں فقط قولِ وفا ساتھ نہ دیں گے
مطلب کے یہ بندے بخدا ساتھ نہ دیں گے

اے دوست میں اس دور کی ہر شئے کو بدل دوں
اس دور کے انسان مرا ساتھ نہ دیں گے

اے دل تجھے سچ کہہ کے سُبک ہونا پڑے گا
دیوانہ ہے تو، لوگ ترا ساتھ نہ دیں گے

وابستۂ اوہام ہیں شیطاں کے پرستار
دو گام بھی اے مردِ خدا ساتھ نہ دیں گے

رہتے ہیں بہت حادثۂ کرب و بلا پر

وہ ظلم اگر اب ہو بپا ساتھ نہ دیں گے

شمشیرِ جگر دار جو پہلو میں نہیں ہے
واللہ ترے دستِ دعا ساتھ نہ دیں گے

دنیا تو سمجھتی ہے مزاج اہلِ ہمم کا
مر جائیں گے لیکن وہ ترا ساتھ نہ دیں گے

واقف ہوں میں اس عہد کے ایمان و عمل سے
ہر بات پہ کہہ دیں گے بجا! ساتھ نہ دیں گے

اُس وقت ایسی فائدہ کیا عزمِ عمل کا
جس وقت ارادوں کا قویٰ ساتھ نہ دیں گے

•●•

کیا چیز ہے دنیا کبھی دیکھا بھی نہ ہم نے

یوں قلب کو معمور رکھا تیرے کرم نے
کیا چیز ہے دنیا کبھی دیکھا بھی نہ ہم نے

جب راہنماؤں کی میں زد سے نکل آیا
پہنچا دیا منزل پہ تیرے نقشِ قدم نے

تیرے ہی کرم سے میرا دنیا میں بھرم ہے
گو تجھ سے وفا کی نہ میرے قول و قسم نے

دنیا کی زباں پر ہے میرا نام ادب سے
انعام یہ بخشا مری ہستی کو عدم نے

ہنستے ہیں انہیں جب کوئی خنجر سے ڈرائے
دیکھے ہیں وہ دیوانے بھی اربابِ ستم نے

قیمت نہ رہی کوئی بھی اُس دن سے بتوں کی
ٹھکرا دیا جس دن سے انہیں اہلِ حرم نے

اُس دل میں کبھی دولتِ تسکین نہ ملے گی
سو مرتبہ لوٹا ہو جسے شادی و غم نے

جب بھی کوئی فریب دیا مسکرا دیا

شعلہ سازِ زندگی کی قبا میں چھپا دیا
کیا چیز تھی وہ جسکو میرا دل بنا دیا

—

یوں میری سادگی کا کسی نے صلا دیا!
اِک اِک حجاب میری نظر سے اُٹھا دیا

—

ہر دوست کے فریب کا میں نے دیا جواب
جب بھی کوئی فریب دیا مسکرا دیا

—

دنیا نے میرا ہاتھ نہ تھاما یہ دیکھ کر
رحمت نے اپنا دستِ اعانت بڑھا دیا

—

پوچھا جو میں نے نالہ کناں کیوں ہیں بلبلیں

جس غنچہ نے یہ بات سُنی مسکرا دیا

بے کیفیٔ حیات سے گھبرا گیا تھا میں
دردِ جگر نے بڑھ کے مجھے حوصلا دیا

مجھ میں ہی کوئی بات نہ تھی رہ سکا نہ یاد
ایسا نہیں کہ آپ نے مجھ کو بھُلا دیا

اِک نامرادِ شوق کا قصہ سنو تم آج
یہ کہہ کے اُن کو اپنا فسانہ سُنا دیا

کرنے لگے ہیں اہلِ نظر قدر و منزلت
جب سے ایلؔ نے در پہ تیرے سر جھکا دیا

مجھے میرا ہر آشنا جانتا ہے

خدا سے کہوں کیا خُدا جانتا ہے،
میرا حال مجھ سے سوا جانتا ہے

فنا میں جو مضمر بقا جانتا ہے
وہی زیست کا مدعا جانتا ہے،

کنارے پہ کیوں آکے ڈوبا سفینہ
یہ اب ناخدا یا خُدا جانتا ہے

تکلف کی رسموں سے ناآشنا ہوں
مجھے میرا ہر آشنا جانتا ہے

نہ دے مجھ کو تیرے سوا جو بھی چاہوں

کہ ہر دل کا تو مدعا جانتا ہے

میں ہر درد میں یاد کرتا ہوں تجھ کو
کہ ہر درد کی تو دوا جانتا ہے

بھلوں سے کہیں چھوٹتی ہے بھلائی
زمانہ اگرچہ بُرا جانتا ہے

یہ اصنام جھوٹے ہیں دھوکہ نہ کھانا
میں سچ کہہ رہا ہوں خدا جانتا ہے

امیں مجھ سے اُتنا ہی اچھا وہ ہوگا
کوئی مجھ کو جتنا بُرا جانتا ہے

یہی موقعہ ہے اذاں دے کوئی بتخانے میں

ساقیا آیا ہوں اس عزم سے میخانے میں
دونوں عالم کو ڈبو دوں گا میں پیمانے میں
دے اجازت، کہ میں جاں دے کے دکھا دوں سب کو
ورنہ اک عمر لگے گی انہیں سمجھانے میں
ہر پجاری کی زباں پر ہے بتوں کا شکوہ
یہی موقع ہے اذاں دے کوئی بتخانے میں
یوں تصور ہے مرے دل میں تیری صورت کا
جس طرح شمع جلا دے کوئی غمخانے میں
رونقِ بزمِ جہاں کو یونہی سمجھو، جیسے
دو گھڑی قافلہ ٹھہرے کسی ویرانے میں
اب تجھے لے کے چلوں گا سوئے مقتل اے دل
تجھ کو کعبے میں سکوں ہے نہ صنم خانے میں
تیرے ہر نقشِ قدم پر یہ ایق کے سجدے
ہوش اتنا نہیں دیکھا کسی دیوانے میں

جب نشیمن کوئی جلتا ہے دھواں ہوتا ہے

جب کوئی اشک فشاں نالہ کناں ہوتا ہے
مجھکو ہر سانس پہ نشتر کا گماں ہوتا ہے

+

دل جلا کر انہیں آہوں کی شکایت کیوں ہے
جب نشیمن کوئی جلتا ہے دھواں ہوتا ہے

+

اللہ اللہ وہ سکوں جب مرے دل پر اُس نے
ہاتھ رکھ کر یہ کہا درد یہاں ہوتا ہے

+

آدمی وہ ہے زیاں دیکھ کے جو دشمن کا
یہ سمجھ لے کہ نہیں میرا زیاں ہوتا ہے

+

خاص حالات میں جینا جنہیں آتا ہے اُنہیں

عام حالات میں مرنا بھی گراں ہوتا ہے

+

مجھ کو روتے ہوئے دیکھا تو ہنسی رک نہ سکی
پھول کھلتے ہیں جو ابر اشک فشاں ہوتا ہے

+

اپنی ہستی کا کسے ہوش اگر پاس ہوں وہ
اور اگر دور ہوں دم لینا گراں ہوتا ہے

+

تم نے دیکھا ہے وہ سادات کا سادہ سا جواں
ہاں امیںؔ ! یار وہ دیوانہ کہاں ہوتا ہے

٥

اب زمانے کو رہِ اُلفت میں ٹھکرائیں گے ہم

زیست کے معنی اسے سمجھ لو ہم سے سمجھائیں گے ہم
چل بسے جب ڈھونڈنے پر بھی نہ ہاتھ آئیں گے ہم

•

کر چکی تو جن کو بے نام و نشاں وہ اور تھے
تجھ سے اب اے گردشِ ایام ٹکرائیں گے ہم

•

سچ کہا ہم نے سرِ بازار تو سب ہنس پڑے
روئیں گے، جب دار پہ یہ بات دہرائیں گے ہم

•

جو گیا در پر زمانے کے اسے ٹھکرا دیا
اب زمانے کو رہِ اُلفت میں ٹھکرائیں گے ہم

•

قبر میں آتے ہی کیوں تم آ گئے منکر نکیر

حشر کو اٹھیں گے، اب کچھ دیر ستائیں گے ہم

•

فرض سے تم کیوں ہو غافل، روشنی دہ مہر و ماہ
یوں گزرنے کو تو دنیا سے گذر جائیں گے ہم

•

بے کسوں کی لاج رکھی ہے امیں جس نے سدا
بے کسی میں بھی اُسی مالک پہ اترائیں گے ہم

تم مقدر رہو ہمارا یہ ہم اب جان گئے

پھر پلٹ کر نہ کبھی آئے جو انساں گئے
ہم اسی وجہ سے دنیا تجھے پہچان گئے

تم مقدر کے جو شکوے سے برا مان گئے
تم مقدر رہو ہمارا یہ ہم اب جان گئے

دیکھنے والوں کے ہونٹوں پہ تیرا نام آیا
جس طرف بھی یہ ترے چاک گریباں گئے

پھر زمانے میں کہیں اُن کو سکوں مل نہ سکا
تیری محفل سے بھی جو اٹھ کے پریشاں گئے

اگر ایماں ہے نہ کر غم سر و ساماں کا امینؔ
جو بھی دنیا سے گئے بے سر و ساماں گئے

پُرزے پُرزے نہ گریبان ہمارا ہوتا

ناخدا تجھ کو خدا کا جو سہارا ہوتا
لاکھ تھا دور پہ قدموں میں کنارا ہوتا

٥

تو اگر گوہرِ غیرت کی سمجھتا قیمت
غیر کے سامنے دامن نہ پسارا ہوتا

٥

جسم کو چھوڑ کے جاں قدموں میں تیرے ہوتی
کبھی ادنیٰ سا اگر مجھکو اشارا ہوتا

٥

تم ذرا ساتھ جو دیتے، تو یہ جینا مجھ کو
موت کے سائے میں بھی رہ کے گوارا ہوتا

٥

تو اگر ہار کے جی، بیٹھ نہ جاتا راہی

آج گردش میں نہ یوں تیرا ستارا ہوتا

٥

اُن کے دامن کو اگر تھام کے رکھتے تو کبھی
پُرزے پُرزے نہ گریبان ہمارا ہوتا

٥

دوستی غیروں سے کی، اپنوں سے رکھا اخلاص
ورنہ مشکل تھا کہ دنیا میں گزارا ہوتا

٥

کر کے دنیا کی ہوس دونوں جہاں سے کھویا
جانے کیا ہوتے اگر دل یہ ہمارا ہوتا

٥

نہ یہ تزئین نہ تجمّل نہ یہ رونق ہوتی
اے امینؔ وہ نہ اگر انجمن آرا ہوتا

خاک سب کچھ تھا اگر دل میرا ویراں ہوتا

اپنے معنوں میں یہ انسان جو انساں ہوتا
یہ چلن تیرا نہ اے گردشِ دوراں ہوتا

—

جان دے کر بھی رہی اہلِ وفا کو حسرت
کاش ہم سے بھی کوئی کارِ نمایاں ہوتا

—

سر بکف ہوں کہ یہ ہے میرے مصائب کا علاج
ورنہ اس فکر سے میں سر بگریباں ہوتا

—

تجھ سے آباد ہے دل، دل سے ہے دنیا آباد
خاک سب کچھ تھا اگر دل میرا ویراں ہوتا

—

ترے قدموں میں ہوں یوں شاد کہ ٹھکرا دیتا

مرے قدموں میں اگر تختِ سلیماں ہوتا

—

اگر اللہ پہ تو رکھتا بہر حال نظر
تیرا ہر حال میں اللہ نگہباں ہوتا،

—

دل کی تسکیں نہیں، فغفوری و پرویزی میں
کاش تو معتقدِ بوذرؓ و سلماںؓ ہوتا

—

میرا ایمان ہے، دنیا تیرے در پر ہوتی
رہ کے دنیا میں جو دنیا سے گریزاں ہوتا

—

مفلسی تیری جو ایثار کی خوگر ہوتی
چشمِ احباب میں تو حاتمِ دوراں ہوتا

—

دوستو رازِ محبت کے امیں سے سُن لو
مدتوں میں ہے کہیں ایسا غزلخواں ہوتا

وہ لوگ بھی اللہ کی قسم یاد رہیں گے

دنیا تجھے کیخسرو و جم یاد رہیں گے
درویش بھی کچھ اُن سے نہ کم یاد رہیں گے

•

جب آئے تھے دنیا میں تو واقف نہ تھا کوئی
اب جائیں گے دنیا سے تو ہم یاد رہیں گے

•

غیروں کے ستم بھول ہی جائیں گے بالآخر
اپنوں نے کئے ہیں جو کرم یاد رہیں گے

•

یہ حرف لکھو دل پہ کہ پھر بھول نہ جائیں
دنیا کو بھلا دیں گے تو ہم یاد رہیں گے

•

ہر آن مسافر کے لئے ہیں نئے جلوے

نظارے یہ دو چار قدم یاد رہیں گے

•

ہر طرح پریشاں ہیں مگر کچھ نہیں کہتے
تم کو بھی یہ محتاجِ کرم یاد رہیں گے!

•

عیش و غمِ دنیا میں تم آؤ گے ہمیں یاد
دنیا کے ہمیں، عیش نہ غم یاد رہیں گے

•

اللہ کے لئے جان بھی دی ہے تو خوشی سے
وہ لوگ بھی اللہ کی قسم یاد رہیں گے

•

کیا دھوئے ہیں اس آبِ ندامت نے معاصی
رحمت کو اسی دیدۂ نم یاد رہیں گے

•

مرا نغموں سے جی اُکتا گیا ہے

فقیروں نے اُسے ٹھکرا دیا ہے
گلہ، دنیا کو ہم سے ہے، بجا ہے!

~

میں اِس بستی میں سب سے آشنا ہوں
یہ سب بستی وفا ناآشنا ہے

~

اُدھر دنیا ہے اور دنیا کے بندے
اِدھر اِک میں ہوں اک میرا خدا ہے

~

مجھے مایوس کر کے تُو نے دنیا
خدا شاہد، بہت کچھ دے دیا ہے

~

میں پڑھ لیتا ہوں، قسمت کا نوشتہ

ستارا جب بھی کوئی ٹوٹتا ہے

—

بہا اے چشمِ تُو، اشکوں کے دریا
کہ ہر انسان آتشِ زیرِ پا ہے

—

ذرا چہرے سے تم پردہ اُٹھا دو
اگر میرا تماشا دیکھنا ہے،

—

میری تلوار دے دو، ساز لے لو
مرا نغموں سے جی اُکتا گیا ہے

—

یہی بہتر ہے خود ہی چاک کر دوں
زمانہ میرا دامن کھینچتا ہے،

شام ہے سر پہ گھر آجائیے

دنیا میرا درد بٹائے　　مجھ پہ خدا وہ وقت نہ لائے

⁂

ہم پہ چمن ہنستا ہے کہ ہم نے　　زخم لئے اور پھول کھلائے

⁂

کانٹے کیسے پھول بنیں گے　　شبنم آنسو، لاکھ بہائے

⁂

عقل سا رہبر کوئی نہ دیکھا　　راہ بتا کر گم ہو جائے

⁂

جب سے ہوئی ہے اُنکی توجہ　　ہم نے خوشی سے رنج اٹھائے

⁂

مر کر اپنی جان بچا لے　　جینے کی جو راہ نہ پائے

⁂

تو پہلے بن آپ تو اپنا　　اپنے ہوں گے آپ پرائے

⁂

پھنس نہ سکا تقدیر کا طائر　　　لاکھ خرد نے دام بچھائے

٭

شام کا شکوہ کرنے والو　　　صبح بھی آئی لے کر سائے

٭

کاش سحر کا بھولا انساں　　　شام ہے سر پر گھر آجائے

٭

ہجر کی شب تیری آمد کے　　　خواب سے آئیں، نیند آئے

٭

ہم نے ایلس سے حال جو پوچھا
بے چارے کے اشک بھر آئے

٭ ٭ ٭
٭

دل کی خاطر دردِ "تھوڑا سا مہیا" کیجئے

آدمی سے آدمیت کا تقاضا کیجئے ؛ یوں زمانے کے مصائب کا مداوا کیجئے

بس چلے تو بس میں اپنے دل کی دنیا کیجئے ؛ بے وفا دنیا ہے دنیا کا نہ شکوا کیجئے

دل کی خاطر دردِ "تھوڑا سا مہیا" کیجئے ؛ زیست کی بے کیفیوں کا میں تو کرتا ہوں علاج

آپ اگر یونہی سمجھتے ہیں تو سمجھایا کیجئے ؛ بے وفا میں نے زمانے کو کہا یا آپ کو

فکرِ دنیا کیجئے یا فکرِ عقبیٰ کیجئے ؛ تجھ کو جب دیکھا تو فرصت ہو گئی اس فکر سے

یا زمانے کی اطاعت میں جھکا دیجئے جبیں
یا ابھی اپنا زمانہ آپ پیدا کیجئے

•

یہ منظر اے کاش کبھی اربابِ گلستاں دیکھیں گے

یہ مجبور جفائیں تیری تا حدِ امکاں دیکھیں گے ۵ ہاتھ ہے پھر اپنا گریباں یا تیرا داماں دیکھیں گے

یا کوئی اتنی بات بتا دو یا میرے لب سلوا دو ۵ کب اے شبِ زنداں دیکھنے والے صبحِ گلستاں دیکھیں گے

سچ کہنا ہے جرم تو اے دل آ ہم بھی یہ جرم کریں ۵ پھر اس جرم پہ کیا کہتے ہیں صاحبِ ایماں دیکھیں گے

کلیوں کے آنچل بوسیدہ پھولوں کے پیراہن چاک ۵ یہ منظر اے کاش کبھی اربابِ گلستاں دیکھیں گے

اور وہ ہونگے! ہارنے والے ہار کے ہمت ہار گئے ۵ تو اور ہم کو جیت سکے گی! گردشِ دوراں دیکھیں گے

جن کے عزائم جاگ رہے ہیں ان کو یقیں کیا خطرہ ہے
خوف سکھاتے سونے والے خواب پریشاں دیکھیں گے

۵۵۵

یہ گُل دیکھ کر مسکراتے رہے ہیں!

وہ جب تک وفا آزماتے رہے ہیں
مرے زخمِ دل مسکراتے رہے ہیں

تصور میں بھی جب وہ آتے رہے ہیں
مری رات کو دن بناتے رہے ہیں

جو دنیا سے دامن بچاتے رہے ہیں
وہ آپ اپنی دنیا بناتے رہے ہیں

ہزار اُلجھے کانٹوں سے دامن کسی کا
یہ گُل دیکھ کر مسکراتے رہے ہیں

شبِ غم اندھیرے میں جب کچھ نہ سُوجھا
چراغ آنسوؤں کے جلاتے رہے ہیں

رہا عمر بھر عالم نزع اُن پر
جو مرنے سے پہلو بچاتے رہے ہیں

مجھے کھو دیا دوستوں نے تو پھر کیا
یونہی راہ پر لوگ آتے رہے ہیں

ترے غم میں مر مر کے ہم زندگی کو
ترے غم میں جینا سکھاتے رہے ہیں

ایسے وہ ہمیں تھے کہ بن کر نہ بگڑے
ہمیں لوگ اکثر بناتے رہے ہیں

یہ حادثہ ہے! مری ترکِ میکشی کا سبب

نہ پوچھ مجھ سے مرے دوست خامشی کا سبب ✤ بنا ہوا ہوں زمانے کی دل لگی کا سبب

نظر جو اُن سے ملی جام گر کے ٹوٹ گیا ✤ یہ حادثہ ہے! مری ترکِ میکشی کا سبب

زمانہ جانتا ہے میں زمانہ ساز نہیں ✤ یہی ہے سارے زمانے کی برہمی کا سبب

مآلِ گُل تو ہوا نذرِ گریۂ شبنم ✤ میں سوچتا ہوں گلوں کی شگفتگی کا سبب

لیجیے! شمع بجھا دی ہے بحث ختم کریں ✤ اب آپ ہیں کہ یہ تھی شمع روشنی کا سبب

ترا شعور ہے معراج عقلِ انساں کی ✤ تیری طلب ہے حقیقت میں زندگی کا سبب

کسی کا شوق کسی کی طلب کسی کی تلاش
امیں یہی ہے فقط میری شاعری کا سبب

منتظر اب بھی ہے ساقی مے و مینا لے کر

اُس نے منہ پھیر لیا نام ہمارا لے کر ❊ بجھ گیا دل کا دیا ایک سنبھالا لیکر

تیری محفل بھی یہاں راس نہ آئی اے دوست ❊ کون بیٹھے یہاں پتھر کا کلیجا لیکر

ہم نے تو چاک ہی کر ڈالا طلب کا دامن ❊ لاکھ دُنیا پھرے اب دولتِ دنیا لیکر

میرا دل کشمکشِ زیست کے طوفانوں سے ❊ صاف بچ آیا ترے غم کا سہارا لیکر

جن سے میخانے کی رونق تھی کہاں ہیں وہ رند ❊ منتظر اب بھی ہے ساقی مے و مینا لے کر

کب کٹے گی یہ شبِ تار الٰہی توبہ ❊ جا چھپا ہے کہاں خورشید اُجالا لے کر

کون اس جنسِ گراں کا ہے خریدار امینؔ
اہلِ دل لاکھ پھریں درد کا سودا لے کر

خداوندا میرا حالِ پریشاں کون دیکھے گا

تمہیں رونا! تمہاری چشمِ گریاں کون دیکھے گا
میں ہنستا ہوں کہ دل کا دردِ پنہاں کون دیکھے گا

•

میرے احباب مجھ کو دیکھ کر منہ پھیر لیتے ہیں
خداوندا میرا حالِ پریشاں کون دیکھے گا

•

وہ جن کے دل کسی کے درد سے بیتاب ہوتے تھے
وہ انساں اب کہاں اب ایسے انساں کون دیکھے گا

•

نظر سے روح کی گہرائیوں تک چھا گئی ظلمت
اگر ابھرے بھی اب مہرِ درخشاں کون دیکھے گا

•

بہار آئی ہے ہم ہیں قید ہاتھوں میں گریباں ہے

ہمیں دیکھیں گے یہ خواب پریشاں کون دیکھے گا

•

یہ دیوانے ہیں دیوانوں سے چھیڑ اچھی نہیں ہوتی
ترا دامن ہے یا اپنا گریباں کون دیکھے گا

•

سرِ ساحل نظارہ کرنے والوں سے کوئی پوچھے
تہہِ دریا جو پوشیدہ ہیں طوفاں کون دیکھے گا

•

خدا شاہد نگاہیں پھیر لیں جب ان فقیروں نے
تو دیکھیں گے! غرورِ کجکلاہاں کون دیکھے گا

•

فقط اُن کی نگاہیں دیکھتے ہیں دیکھنے والے
تری نیرنگیاں اے چرخِ گرداں کون دیکھے گا

جو تیرا آستاں نہ تھا تیری قسم مٹا دیا

تیرے جنونِ شوق نے مجھ کو یہ کیا بنا دیا
آج میں اپنے حال پر، آپ ہی مسکرا دیا

تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں
دل نے یہ کہہ کے اور بھی درد کا دل بڑھا دیا

کس نے یہ پھیر لی نگاہ رنگ چمن کا اُڑ گیا
پھول نکھر نکھر گئے کون یہ مسکرا دیا!

میرا جنونِ بندگی ظلم یہ کیسے دیکھتا
جو تیرا آستاں نہ تھا تیری قسم مٹا دیا

اک تیرے شوق کے سوا دامنِ دل میں کچھ نہیں

یہ بھی جہاں لٹا دیا وہ بھی جہاں لُٹا دیا

جس نے تمہاری یاد میں دونوں جہاں بھلا دیئے
ہم نے وُہ دل دیا نہیں تم نے جسے بُھلا دیا

ظلمتِ بزم کائنات جب نہ کسی طرح گئی
ہم نے وفا کی جوت سے دل کا دیا جلا دیا

سود و زیاں کا غم تمام دونوں جہاں کا غم تمام
اُس نے نظر کا ایک جام جب سے ہمیں پلا دیا

چپ رہے آپ تو کیا کیا گماں گذرے گا

جس کسی رنگ میں وہ حسنِ جواں گذرے گا
دیکھنا دل پہ قیامت کا سماں گذرے گا

+

آہ تو مجھ سے میرے درد کی رُوداد نہ سن
اے مری جان میرے دل پہ گراں گذرے گا

+

کچھ تو فرمایئے کل مجھ سے نہ ملنے کا سبب
چپ رہے آپ تو کیا کیا گماں گذرے گا۔

+

دامنِ دشت میں آئے تو ہے اس غم سے نجات
کب بہار آئے گی کب دورِ خزاں گذرے گا

+

خوش نہ ہوں جن کے نشیمن ہیں ابھی تک محفوظ
اب کے موسم تو یونہی برق فشاں گذرے گا

+

غم کا وہ راگ الاپیں گے اسیرانِ قفس

لمحہ لمحہ تجھے صیاد گراں گذرے گا

+

خاک کے ذرّوں کی افلاک کے تاروں پہ نگاہ

کچھ نہ کچھ حادثہ اے اہلِ جہاں گذرے گا

+

سہمے سہمے نظر آئیں گے ابھی ماہ و نجوم

جب فلک سے میری آہوں کا دھواں گذرے گا

ورنہ میں مطمئن ہوں مجھے اپنا غم نہیں

کتنا شدید غم ہو اگر تیرا غم نہیں • تیری قسم وہ میرے لئے محترم نہیں

جینے کا کس کو شوق ہے مرنے کا کس کو ڈر • ننگِ وجود ہوں مجھے فکرِ عدم نہیں

احباب کے سلوک نے انساں بنا دیا • ہم اُن کے ناسپاس ہوں ایسے تو ہم نہیں

تجھ پہ نہ حرف آئے زمانہ خراب ہے • ورنہ میں مطمئن ہوں مجھے اپنا غم نہیں

ہر حال میں خدا پہ بھروسہ ہے اے امینؔ
شکوہ کریں خدا کا خدا کی قسم نہیں

❖

یہ خونِ جذبۂ اہلِ وفا دیکھا نہیں جاتا!

بس اے دنیا خدا کا واسطہ دیکھا نہیں جاتا
ہو اک انسان انساں کا خدا دیکھا نہیں جاتا

•

وہ قاتل جن کی تیغیں خون سے تر ہم نے دیکھی ہیں
انہی کو مِل رہا ہے خوں بہا، دیکھا نہیں جاتا

•

زباں سے لفظ، اور آنکھوں سے آنسو چھین لیتے ہیں
یہ خونِ جذبۂ اہلِ وفا دیکھا نہیں جاتا!

•

اُنہیں تو شوقِ آرائش ہے ان کو اس سے کیا مطلب
کسی کا خونِ دل ہو یا حنا دیکھا نہیں جاتا

•

خداوندا نظامِ گلستاں ہے کن کے ہاتھوں میں

دریدہ ہے ہر اک گُل کی قبا، دیکھا نہیں جاتا!!

•

خموش اے دل اگر تو جرم کو بھی جرم کہدے گا
تو دیتے ہیں یہاں اس کی سزا دیکھا نہیں جاتا؟

•

تری دنیا نے کیا کیا رنگ بدلے تو نے دیکھا ہے
مگر مجھ سے یہ اے میرے خدا دیکھا نہیں جاتا

•

ایس اک روز موت آئیگی، بستر ہو کہ سولی ہو
میں جو کچھ دیکھتا ہوں، کہدیا، دیکھا نہیں جاتا

•

عُمر بھر کی تجھے اے دوست کمائی دی ہے

مَیں نے جب نام ترا لے کے دہائی دی ہے ⁂ مجھ کو فوراً تری آواز سنائی دی ہے

اُس نے پابندِ وفا کر کے مجھے چھوڑ دیا ⁂ قید کی قید رہائی کی رہائی دی ہے

اس زمانے میں بھی، ان سے وفا کی شہرت ⁂ جن کو ہر طرح زمانے نے برائی دی ہے

عمر بھر ہم نے اسی دل کی حفاظت کی تھی ⁂ عمر بھر کی تجھے اے دوست کمائی دی ہے

بن گئے بُت وہ قیامت کے منادر[1] میں امینؔ
میرے سجدوں نے جنھیں شانِ خدائی دی ہے

•●•

[1] مندر کی جمع

تو میرا اعتبار نہ کر میں نشے میں ہوں

اے دوست شام ہے کہ سحر؟ میں نشے میں ہوں

ساقی کا ہے یہ فیضِ نظر، میں نشے میں ہوں
کیا چال چل گیا ہے زمانہ کسی کے ساتھ

مجھ کو نہیں کچھ اس کی خبر، میں نشے میں ہوں
میں ترکِ میکشی کو اگر مان بھی گیا

تو میرا اعتبار نہ کر میں نشے میں ہوں
اے دل گریز کر، کہ زمانہ ہے ہوشیار

مجھ سے نہ ہو سکے گی بسر، میں نشے میں ہوں
واعظ تمہاری پند و نصیحت کا شکریہ!

بہکے ہوئے ہو تم بھی اگر میں نشے میں ہوں

رخصت بس اے خرد، بس اب اے ہوش الوداع

چلتا میں تھوڑی دُور مگر، میں نشے میں ہوں

اے جانِ من، زمانہ بڑا تنگ ظرف ہے

جاتے ہو کیسے ساتھ کدھر! میں نشے میں ہوں

مشکل ہے اپنے عیب و ہنر آپ گن سکوں

گنتے ہیں لوگ عیب و ہنر، میں نشے میں ہوں

دونوں جہاں پکار رہے ہیں مجھے امینؔ

سنتا ہے کس کی کون مگر میں نشے میں ہوں

ہمیں ہے اہلِ زمانہ کا حوصلا معلوم

ہر اک سوال پہ کہتے ہیں، مجھ کو کیا معلوم
الٰہی خیر، وہ ہوتے ہیں کچھ خفا معلوم

✤

ادا ادا میں ہے پوشیدہ پرسشِ غمِ دل
ہمارے دل کو ہے انکی ادا ادا معلوم

✤

ہمارے حال پہ پھر مسکرا کے، موسمِ گُل
گذر گیا، یہ تماشا کسی کو کیا معلوم

✤

کوئی کہے تو، ہنسی میں یہ گُل اڑا دیں گے
کہ ہے خزاں کو بھی گلشن کا راستا معلوم

✤

یہی بجا ہے کہ دامن کو چاک کر ڈالیں
ہمیں ہے اہلِ زمانہ کا حوصلا معلوم

✤

وہیں وہیں مرے قدموں کے بھی نشاں ہونگے
جہاں جہاں ترا ہوتا ہے نقشِ پا معلوم

✤

ہمارے دل پہ ہے آئینہ رازِ ہر دو جہاں
ہمیں ہے وسعتِ جامِ جہاں نما معلوم

❖

رنگین ہزار دو عالم کی نعمتیں لیکن
ہے کیا کسی کو میرے دل کا مدعا معلوم

❖

نہ کوئی راہنما ہے نہ منزلِ مقصود
کدھر کو جائے گا یہ کارواں خدا معلوم

❖

وہاں پہ چھوڑ گئے میرے ہمسفر مجھ کو
نہیں جہاں سے مجھے گھر کا راستا معلوم

یہی امیرؔ ہیں سنا تھا بڑے ہی رند ہیں آپ
اگرچہ شکل سے ہوتے ہیں پارسا معلوم

٥

اب ترے در سے کوئی کیسے ٹلے

وہ بھی دیوانے جستجو کو چلے
جن کی منزل ہے اُنکے پاؤں تلے

تو اگر در گذر کرے اے دل،
دن گذر جائیں گے بُرے کہ بھلے

وہ بھی دیکھے ہیں اہلِ عزم وجنوں
جن کی رفتار پر زمانہ چلے

سینکڑوں در گذر کے آئے ہیں
اب ترے در سے کوئی کیسے ٹلے

ظلمتیں چھا گئیں زمانے پر

میری پلکوں پہ جب دیئے نہ جلے

جن کی راتیں طویل و تیرہ ہیں
وہ دعا کر رہے ہیں دن نہ ڈھلے

ہاں بجا، عقل ہے۔ چراغِ حیات
پر اندھیرا ابھی ہے چراغ تلے

جس نے دنیا میں پاؤں پھیلائے
اُس نے آخر اپنے ہاتھ ملے

***

یہ قافلہ نہ پریشاں ہو رہنما کے لئے

ہمارے ہاتھ نہ اٹھے کبھی دعا کے لئے
دیا خدا نے جو، لوٹا دیا خدا کے لئے

دفورِ شرم سے خود ہٹ گئی قضا پیچھے
کبھی جو ہم نے قدم بڑھ کے ہیں قضا کے لئے

بہت فریب دیئے تو نے مجھکو اے دنیا
میں چھوڑتا ہوں مگر جا تجھے خدا کے لئے

جنوں کی راہ میں دو ہی قدم پہ منزل ہے
یہ قافلہ نہ پریشاں ہو رہنما کے لئے

شہنشہوں کے گریباں سے کھیلنے دو ہمیں
وہ ہاتھ اٹھائیں جو بیکار ہیں، دعا کے لئے

وہ بات کہہ نہ سکا دوستوں کی محفل میں
جو بیقرار تھی لب پر اک آشنا کے لئے

امیں چلے تو ہو تم ان کے سامنے لیکن
زباں چلے نہ چلے عرض مدعا کے لئے

اے خدا ان عارضی جلووں کو لیکر کیا کریں

شور و شیون ہی سہی، صیاد کو رسوا کریں،
"موسم گل آگیا، زنداں میں بیٹھے کیا کریں"[1]

زخم کھا کر بھی بھروسہ تجھ پہ اے دنیا کریں
توبہ توبہ ہم سے یہ امید ہم ایسا کریں

ہم نے کانٹوں میں بسر کرنے کی عادت ڈال لی
پھول اب سو بار ہنس ہنس کر ہمیں دیکھا کریں

ڈوب جاتے ہیں ستارے خشک ہو جاتے ہیں پھول
اے خدا ان عارضی جلووں کو لیکر کیا کریں

ہم بھی آنکھیں بند کر کے دیکھ لیں گے اے امین
اُن کو پردہ ہی مناسب ہے تو وہ پردا کریں

[1] یہ مصرع حضرت فانی مرحوم کا ہے۔

مری ہر روز اے دل زندگی، کم ہوتی جاتی ہے

طبیعت جس قدر دنیا سے محرم ہوتی جاتی ہے
مجھے آب ہوائے زندگی سم ہوتی جاتی ہے

تعجب ہے تراشے ہیں خرد نے آفتاب اتنے
مگر پھر بھی دلوں کی روشنی کم ہوتی جاتی ہے

خدایا پو نہیں پھٹتی تو بجلی ہی کوئی ٹوٹے
بہ ہر ساعت بہت گہری شبِ غم ہوتی جاتی ہے

سمیٹے ہیں ترے لاکھوں ستم اس دل کے گوشے میں
مری اک آرزو، رسوائے عالم ہوتی جاتی ہے

یہ کیا، اب کے برس بے رنگ و بو فصلِ بہار آئی
چمن میں ہر کلی کی آنکھ پُر نم ہوتی جاتی ہے

تری ہر روز اے دل آرزوئیں بڑھتی جاتی ہیں
مری ہر روز اے دل زندگی کم ہوتی جاتی ہے

امینؔ وہ اک نظر جو دل کے دامن میں تھی آسودہ
وہی چھن کے اب حسنِ دو عالم ہوتی جاتی ہے

یہ دیوانے جہاں بیٹھیں تری محفل سمجھتے ہیں

وہ ناداں ہیں، ہم انکو رحم کے قابل سمجھتے ہیں
کسی کو دے کے دل پھر بھی جو اپنا دل سمجھتے ہیں

تمہی ہو دل کی بیتابی کا باعث تم نہیں سمجھے
ہمیں ہیں جو تمہیں وجہِ سکونِ دل سمجھتے ہیں

ہمارا حال کوئی دیکھ لے اگر تو اچھا ہو
تسلی ورنہ کیا، ہم اپنا مستقبل سمجھتے ہیں

تری محفل سے اٹھ کر بھی تری محفل ہے آنکھوں میں
یہ دیوانے جہاں بیٹھیں تری محفل سمجھتے ہیں

ہمارا ہر قدم ناکام ہے، دنیا سمجھتی ہے
ہم اپنے ہر قدم کو جانبِ منزل سمجھتے ہیں

خرد والوں کے پاؤں جم گئے حیرت سے رستے میں
کہ دیوانے جنوں کو رہبرِ منزل سمجھتے ہیں

انیسؔ میری غزل کیا ہے یہ باتیں ہیں مرے دل کی
مگر ان دل کی باتوں کو تو اہلِ دل سمجھتے ہیں

تم جدھر ہوتے ہو دنیا بھی اُدھر ہوتی ہے

مرے اللہ کو یا مجھ کو خبر ہوتی ہے
کس مصیبت سے شبِ ہجر بسر ہوتی ہے

پیاس رونے کی تو ہے سوکھ رہے ہیں آنسو
آنکھ بھی اب مری شکل ہی سے تر ہوتی ہے

اب میں دنیا پہ بھروسہ نہ کروں گا ہرگز
تم جدھر ہوتے ہو دنیا بھی ادھر ہوتی ہے

بھول جاتا ہوں میں خود کو بھی انہیں جب دیکھوں
جب وہ دیکھیں تو دو عالم کی خبر ہوتی ہے

آنسوؤں پر مرے پڑتی ہیں کمندیں سو بار
کس قدر تیز ستاروں کی نظر ہوتی ہے

ہاتھ اس کا ہے مرے عشق کی رسوائی میں
جس کی ہر بات پسِ پردۂ در ہوتی ہے

کام لے تو ابھی اشکوں کے چراغوں سے امین
لوگ کہتے ہیں کہ ہر شب کی سحر ہوتی ہے

تیرا بھی اعتبار کچھ اے چشمِ تر نہیں

اِک گُل کھِلا ہوا نہیں، اِک شاخ تر نہیں
کیوں اہلِ گلستاں کی توجہ اِدھر نہیں

مجھ کو خدا پہ، تجھ کو ہے رہبر پہ اعتماد
مَیں راہ پر نہیں ہوں کہ تُو راہ پر نہیں

افسوس تو ڈبو کے رہی غم کی آبرو
تیرا بھی اعتبار کچھ اے چشمِ تر نہیں

تُو میرا دل نہ توڑ، انہیں کہہ کے سنگ دل
سچ ہے یہی کہ میری زباں میں اثر نہیں

کس رہ میں رہ گیا ہے الہیؔ راہبر نہ پوچھ
مَیں اپنی دُھن میں تھا مجھے اُس کی خبر نہیں

•●•

اُسے کہو کہ یہ گُل مسکرائے جاتے ہیں

ہم ایسے لوگ بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں
جو زخم کھاتے ہیں اور مسکرائے جاتے ہیں

وہ جیت کر بھی ہمیں مطمئن نہیں ہوتے
ہمیں سکون ہے گو مات کھائے جاتے ہیں

لڑیں گے موت سے اپنے مقام کی خاطر
وہ جن میں زیست کے آثار پائے جاتے ہیں

وہ پھول جن کو بہار آ کے بھی کھلا نہ سکی
اُنہیں بہار کے قصے سنائے جاتے ہیں

لحد پہ جس نے چڑھایا تھا اُن کو رو رو کر

اُسے کہو کہ یہ گل مسکرائے جاتے ہیں،

یہ کیا مقام ہے ہر عرضِ شوقِ جلوہ پہ
ہمیں ہمارے ہی جلوے دکھائے جاتے ہیں

خزاں میں پھول کھلادے کوئی تو ہم جانیں
ہمیں ہیں غم میں بھی جو مسکرائے جاتے ہیں

وہ ایک موج کہ اٹھتی ہے دل کے دریا سے
اُس ایک موج سے طوفاں اٹھائے جاتے ہیں

یہی ایسے ہیں جنہیں بادشہ جھکا نہ سکے
یہی فقیر جو گردن جھکائے جاتے ہیں،

ہ

ڈوبنے والوں کو طوفانوں سے کیا پوچھتے ہو

حال دیوانوں کا دیوانوں سے کیا پوچھتے ہو
اچھے دانا ہو یہ نادانوں سے کیا پوچھتے ہو

جب بہار آئی تھی پھولوں کو یونہی دیکھا تھا
وجہ غم چاک گریبانوں سے کیا پوچھتے ہو

کونسی طرز جفا کہ گئی برباد ہمیں
غم اپنوں کو ہے بیگانوں سے کیا پوچھتے ہو

راہبر لوٹ چکے ہیں ہمیں تم سے پہلے
رہزنوں! بے سروسامانوں سے کیا پوچھتے ہو

تم میں ہمت ہے تو رخ پھیر دو طوفانوں کا
ڈوبنے والوں کو طوفانوں سے کیا پوچھتے ہو

کیوں بڑھے جاتا ہے ہنس ہنس کے سوئے دار حق
راز دیوانے کا فرزانوں سے کیا پوچھتے ہو

٭

کبھی تاروں کے ہوتے تیرگی محسوس کرتا ہوں

توجہ میں کسی کی جب کمی محسوس کرتا ہوں ❊ بڑا مشکل وہ دورِ زندگی محسوس کرتا ہوں

دروغ ایسا کہ جس سے دو دلوں میں ربط پیدا ہو ❊ یقیں جانو میں اسکو راستی محسوس کرتا ہوں

وہ دشمن جنکی نکتہ چینیوں سے رنج ہوتا ہے ❊ میں ایسی دشمنی میں دوستی محسوس کرتا ہوں

توجہ ان کی ہے مجھ پر کبھی ظاہر کبھی باطن ❊ کبھی معلوم ہوتی ہے کبھی محسوس کرتا ہوں

جوانی جن کی بوسیدہ قبائی میں بھی ہنستی ہے ❊ میں اُنمیں اک ادائے زندگی محسوس کرتا ہوں

کبھی ذرّے ستاروں کی طرح معلوم ہوتے ہیں ❊ کبھی تاروں کے ہوتے تیرگی محسوس کرتا ہوں

امیں ہیں بے نیازِ ہر دو عالم ہی سہی پھر بھی
میں جس عالم میں ہوں اُنکی کمی محسوس کرتا ہوں

ڈوبنا ہو تو کنارا نہیں دیکھا جاتا

غیر سے حال ہمارا نہیں دیکھا جاتا،
تیرا غم جان سے پیارا نہیں دیکھا جاتا

ہم سے تم پوچھنے آئے ہو حریفوں کا مکاں
ہم سے یہ ظلم تمہارا نہیں دیکھا جاتا

دشمن اس وقت معاون ہوئے اکثر جس وقت
دوستوں کا بھی سہارا نہیں دیکھا جاتا

ڈوبنے والے کنارے پہ پہنچ کر ڈوبے
ڈوبنا ہو تو کنارا نہیں دیکھا جاتا

جن کی آنکھوں کے سبب ہم ہوئے بیمار امین
اُن سے بھی حال ہمارا نہیں دیکھا جاتا

کوئی غم! میرے دل کے قابل سمجھ کر

تمام آرزوؤں کا حاصل سمجھ کر،
میں خوش ہوں ترے درد کو دل سمجھ کر

رہِ کہکشاں ہم نے طے کر کے اکثر
پکارا تجھے تیری محفل سمجھ کر

جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھ لیں گے
وہیں بیٹھ جائیں گے منزل سمجھ کر

وہی حق کی تائید کا مستحق ہے
جو باطل کو ٹھکرائے باطل سمجھ کر

بڑی کم سوادوں نے توہین کی ہے

مجھے آسماں کا مقابل سمجھ کر

قدم جن کے ساحل سے نا آشنا ہیں
وہ موجوں پہ چلتے ہیں ساحل سمجھ کر

یہ مشکل ہے ہر کارِ مشکل سے مشکل
وفا چھوڑ دیں کارِ مشکل سمجھ کر

غمِ مرگ و ہستی تو ہے عام یا رب
کوئی غم! میرے دل کے قابل سمجھ کر

یہ دنیا ہے جادہ مسافر ہیں ہم تم
نہ کھولے کمر کوئی منزل سمجھ کر

ایس اس کی اِک اِک ادا کا ہے واقف
یہ دنیا ہے اسے دیدہ و دل سمجھ کر

قدم بڑھتا ہے جوں جوں حوصلہ کم ہوتا جاتا ہے

تعجب ہے نظامِ دہر برہم ہوتا جاتا ہے
کہ آدم ہی یہاں معبودِ آدم ہوتا جاتا ہے

محبت میں تمہاری اب یہ عالم ہوتا جاتا ہے
کہ جو غم ہے تمہارے غم میں مدغم ہوتا جاتا ہے

ترے آنے سے آنسو سوکھتے جاتے ہیں پلکوں پر
طلوعِ مہر، وجہِ مرگِ شبنم ہوتا جاتا ہے

گئی شب وہ نہ آئے میرے دل کی ہے یہ کیفیت
کہ مانندِ چراغِ صبح مدھم ہوتا جاتا ہے

چلا ہوں انکی جانب آج حالِ دل سنانے کو

قدم بڑھتا ہے جوں جوں حوصلہ کم ہوتا جاتا ہے

جہاں کا غم سمٹ آیا ہے ہر کاشانۂ دل میں
تمہارا حُسن چھا کر حُسنِ عالم ہوتا جاتا ہے

اٹھاتے جا رہے ہیں وہ نقاب آہستہ آہستہ
اثر تیرا کچھ اے اصرار مبہم ہوتا جاتا ہے

یہ رعبِ حسن ہے آنکھیں مقابل ہو نہیں سکتیں
سرِ تسلیم ان کے سامنے خم ہوتا جاتا ہے

مسرت کی امیدیں ہی اِنہیں بے چین رکھتی تھیں
خوشا قسمت کہ غم اب مستقلِ غم ہوتا جاتا ہے

⁂

ہمارے پاس بجز دامن تہی کیا ہے

جو خوفِ مرگ میں گذرے وہ زندگی کیا ہے
اُداس چہروں پہ یہ کانپتی ہنسی کیا ہے

نہ سوزِ عشق، نہ شوقِ عمل، نہ ذوقِ جنوں
یہ زندگی ہے تو پھر ننگِ زندگی کیا ہے

سکونِ دل ہے جنہیں رزم گاہِ ہستی میں
وہ جانتے ہیں کہ تائیدِ ایزدی کیا ہے

اک اضطراب سا ہے دل میں جستجو بن کر
اک آگ سی ہے رگ و پے میں آگہی کیا ہے

زمانہ لاکھ بڑھائے ہوس کے ہاتھ مگر
ہمارے پاس بجز دامنِ تہی کیا ہے

شراب و شہد ہوں یا ہوں بہشت و حور و قصور
ترے سوا مرا انعامِ بندگی کیا ہے

وہ لوگ فقر میں ہیں بے نیازِ ہر دو جہاں
جنہیں خبر ہے مآلِ شہنشہی کیا ہے

مرا خلوصِ محبت، تری نگاہ کا لطف
کمالِ بندگی و بندہ پروری کیا ہے

یہ حسنِ لالہ و گل عام ہی سہی یا رب!
نگاہِ خاص میں یہ حسنِ عارضی کیا ہے

جو سن رہے ہیں مرے دل کی دھڑکنوں کی صدا
وہ پوچھتے ہیں ابھی وجہِ خامشی کیا ہے

❊ ❊ ❊

مجھ ہی لُوٹا میری دُعا نے

آنکھیں ہوں تو دیکھو زمانے،
ذرّوں میں سورج کے ٹھکانے

✣

عشق میں کس کو ہوش رقابت
شمع ہے اِک اور سَو پروانے

✣

فرزانو، یوں جینا سیکھو
مر کے دکھاتے ہیں دیوانے

✣

راہنما گمراہ ہوئے ہیں،
کون آئے اب راہ دِکھانے

✣

پیار سے کر لو رام بتوں کو
کیا لوگے ڈھا کر بُت خانے

✣

دنیا سے ہوں، خالی دامن
مجھ کو دیا، انعام خدا نے

✣

کھویا گیا میں ان کی طلب میں
مجھ ہی کو لوٹا، میری دعا نے

✣

دل لینے کو دنیا آئی
دل والوں کا درد بٹانے

✣

یارو اب ہم جان گئے ہیں
پیڑ پرائی کوئی نہ جانے

✣

کیا مفلس ہوں، ہاتھ پساروں
صبر و توکل، میرے خزانے

✣

کل تھے ایسی جو خون بہاتے
آج آئے ہیں اشک بہانے

چند
ابتدائی غزلیں

دن کو بھی روشنی نہیں ہوتی

جب کہیں دوستی نہیں ہوتی
زندگی، زندگی نہیں ہوتی،

ہجر میں رات ہی کی بات نہیں
دن کو بھی روشنی نہیں ہوتی

پی کے جو میکدہ کی حد میں رہے
جرم وہ سرکشی نہیں ہوتی

اب ترے درد کا سہارا ہے
اب مجھے بے کلی نہیں ہوتی

اب میں خوش ہوں کہ مجھکو اے دنیا

تجھ سے مل کر خوشی نہیں ہوتی

ہنسنے والے کہیں نظر نہ لگے
خوب!! اتنی ہنسی نہیں ہوتی

اک خدا کو جو مانتے ہیں ان کی
بات بھی دو رُخی نہیں ہوتی

جب وہ ملتے ہیں، دونو عالم میں
کوئی شئے اجنبی نہیں ہوتی

پا گئے اُن کا نقشِ پا جو امینؔ
اُن سے بے رہ روی نہیں ہوتی

کون آیا اور کون سدھارا

جب نہ رہے کوئی بھی سہارا　　کام آتا ہے نام تمہارا

٭

تیرے غلاموں کی ٹھوکر میں　　تاج سکندر، مسند دارا

٭

جان ہے سب کو پیاری لیکن　　جان سے پیارا نام تمہارا

٭

نظریں رکھ دل کی چوکھٹ پر　　کون آیا اور کون سدھارا

٭

راہِ محبت میں جاں دے کر　　ہم نے سر سے بوجھ اُتارا

٭

دنیا ہے ناراض امینؔ سے
وہ لیتا ہے نام تمہارا

جرم بنتے ہیں بے گناہوں میں

یہ جو بیٹھے ہیں تیری راہوں میں
ان کے چرچے ہیں پادشاہوں میں

٭

ہم نے دنیا نئی بسا ڈالی!
جب سے تم بس گئے نگاہوں میں

٭

آدمی اب کہیں نہیں ملتے
مدرسوں میں، نہ خانقاہوں میں

٭

جب سے جینے کا مدعا سمجھے
قہقہے دب گئے آہوں میں

٭

اُن فقیروں کی شان کیا کہئے
فقر جو بانٹتے تھے شاہوں میں

❊

دشمنوں پر بھی مجھ کو پیار آیا
دوستی کی فریب گاہوں میں

❊

میں نے دیکھا ہے بے گناہوں کو
مسکراتے تھے قتل گاہوں میں

❊

منصفی مجرموں کو جب مل جائے
جُرم بٹتے ہیں بے گناہوں میں

❊

حق تو یہ ہے غرور بھی ہے ثواب
راست بازوں کا، کج کلاہوں میں

❊

جو نہ لفظوں میں ڈھل سکی فریاد
وہ امیں جم گئی نگاہوں میں ؎

مِری زنجیر سے زلفِ بتاں تک بات پہنچے گی

سنو جس دن ہمارے امتحاں تک بات پہنچے گی
زمیں تھرّا اُٹھے گی، آسماں تک بات پہنچے گی

اگرچہ دُور اُن کا آستاں ہے، دل یہ کہتا ہے
میرے سجدوں کی اُن کے آستاں تک بات پہنچے گی

محبت کے سوا کچھ بھی رکھو، دل میں دل والو
چھپائیں لاکھ، لیکن رازداں تک بات پہنچے گی

مجھے لوگوں میں لے جاؤ نہ یوں زنجیر پہنا کر
مِری زنجیر سے زلفِ بتاں تک بات پہنچے گی

میں سچ کہتا ہوں، یہ مجھ کو یقیں ہے اکدن آخر
زبانِ تیغ اور نوکِ سِناں تک بات پہنچے گی،

یہ دل کی بات تھی دل ہی میں رہتی وائے بیتابی
زباں تک آ گئی اب دیکھیں کہاں تک بات پہنچے گی

وہ جلوہ جس کی خاطر اے امینؔ تم جان دیتے ہو
یہ اِک جاں کیا متاعِ دو جہاں تک بات پہنچے گی

تو نیا اک جادہ پیدا کر نئی منزل بنا

دل اگر موجود ہے پہلو میں دل کو دل بنا
اہلِ محفل کے لئے آئینۂ محفل بنا

کہکشاں پرانے بزرگوں کی پرانی راہ ہے
تو اک نیا جادہ پیدا کر نئی منزل بنا

شکوہ تیری بے رُخی کا ہے پر اپنے آپ سے
درحقیقت میں نہ تیرے لطف کے قابل بنا

عشق میں آسانیاں نامحکمی کی ہیں دلیل
کچھ یہ مشکل ہے کچھ اسکو اور بھی مشکل بنا

اے ابیؔ بہرِ سکوں جس کو کیا تھا انتخاب
اب یہ قسمت سے ہے وہ وجۂ اضطرابِ دل بنا

٭

سب نے دیکھا زرد رنگِ شمعِ محفل ہو گیا

دل کی ہر دھڑکن میں تیرا درد شامل ہو گیا
زندگی مشکل تھی، اب مرنا بھی مشکل ہو گیا

جب وہ آئے امتیازِ حق و باطل ہو گیا
سب نے دیکھا، زرد رنگِ شمعِ محفل ہو گیا

شکریہ اے مسکرا کر دیکھنے والے مگر
زندگی کا مرحلہ آساں تھا مشکل ہو گیا

دل کو تیری جستجو ہے، مجھ کو دل کی جستجو
دل ترا دیوانہ میں دیوانۂ دل ہو گیا

جستجو کا ذوق پورا کر رہا ہوں اے امینؔ
کیا خبر میں دُور یا نزدیکِ منزل ہو گیا ہوں

⁂

جو مری قسمت میں لکھا تھا نظر آنے لگا

کس نے چھیڑا ہے یہ نغمہ کون یہ گانے لگا
اُف زمانہ عشرتِ رفتہ کا یاد آنے لگا

آشیاں کی سمت جب لپکیں فلک سے بجلیاں
جو مری قسمت میں لکھا تھا نظر آنے لگا

اس سے بڑھ کر اور مجبورِ محبت کیا کہیں
رو دیئے دل تھام کر جب کوئی سمجھانے لگا

جب کسی مجبورِ غم کے ہونٹ تھرانے لگے
میں یہی سمجھا، میرا افسانہ دُہرانے لگا

وہ نہیں آئے مگر روشن ہیں تاروں کے چراغ
آسماں کی بزم آرائی پہ رشک آنے لگا

لیجیئے میں چپ ہوں عرضِ غم نہیں کرتا مگر
کچھ مداوا ہو کہ دل سینے میں گھبرانے لگا

دوستوں کی اس وفاداری کے صدقے اے الم
دشمنوں کے سامنے آ کر میں شرمانے لگا

دل مجھ کو رہا یاد نہ میں دل کو رہا یاد

اُس بھولنے والے کی ہے ایک ایک ادا یاد
خلوت کی وہ شوخی تو وہ جلوت کی حیا یاد

وارفتۂ اُلفت کہاں جائے کسے پوچھے
کچھ اپنی خبر ہے نہ اُسے تیرا پتا یاد

سنتے ہی جسے عمرِ گزشتہ پلٹ آئے
ایسی بھی کوئی دُھن ہے تجھے نغمہ سرا یاد

اُٹھا ہوں وہیں میں کہ تجھے بڑھ کے سنبھالوں
ساقی جو مجھے آئی تیری لغزشِ پا یاد

ایسی بھی گھڑی آئی محبت میں کئی بار
دل مجھ کو رہا یاد نہ میں دل کو رہا یاد

میں مستِ مئے ذوقِ تجسس ہوں قدم زن
منزل ہے میری کونسی یہ بھی نہ رہا یاد

اربابِ وفا گم ہیں اب کیفِ وفا میں
آغازِ وفا یاد نہ انجامِ وفا یاد

لوگ افسانے بناتے ہیں اس افسانے سے

کون منہ پھیر کے رخصت ہوا میخانے سے
مستیاں اڑ گئیں، ہر رند کے پیمانے سے

وہ گئے صبح کو جس دم میرے کاشانے سے
سو گئی شمع سحر روٹھ کے پروانے سے

ہر صنم آئینہ حیرت کا ہے اللہ اللہ
جلوہ فرما کے گیا کون صنم خانے سے

جام اٹھاتے ہوئے لب پر ترا نام آ تو گیا
لوگ افسانے بناتے ہیں اس افسانے سے

مجھے مرنا بھی محبت میں گوارا ہے مگر
کمی محسوس کرو گے مرے مر جانے سے

دل کو میں دل مجھے سمجھاتا ہے انجام وفا
گفتگو خوب ہے دیوانے کی دیوانے سے

راز افشا ہو ایسے سے مرے ساقی توبہ
یہ خطا ہو نہیں سکتی ترے مستانے سے

یہ مانا حُسن وجہِ رونقِ عالم بھی ہوتا ہے

محبت میں کبھی انساں پہ یہ عالم بھی ہوتا ہے
لبوں پہ مسکراہٹ اور دل میں غم بھی ہوتا ہے

خدا کے بعد اگرچہ آدمی اشرف ہے عالم میں
مگر آدم ہی ننگِ ہستیٔ آدم بھی ہوتا ہے

مگر اُلفت ہے اسکی کائناتِ دل کی بربادی
یہ مانا حسن وجہِ رونقِ عالم بھی ہوتا ہے

یہ ثابت کر رہا ہے آپ کا ہنستا ہوا چہرہ
جہاں میں قلبِ انساں بے نیازِ غم بھی ہوتا ہے

اگرچہ دل شکن ہیں روز کی ناراضیاں اُن کی
بایں صورت تعلق عشق کا محکم بھی ہوتا ہے

سینکڑوں رنج اُٹھائے تو یہاں تک پہنچے

عقل نے ساتھ دیا بھی تو کہاں تک پہنچے
ایک مدت میں غمِ سود و زیاں تک پہنچے

ہائے آغازِ محبت میں وہ اظہارِ خیال
لفظ رک رک کے مرے دل سے زباں تک پہنچے

ایک تسکین سی اب دل کو ہوئی جاتی ہے
سینکڑوں رنج اٹھائے تو یہاں تک پہنچے

لامکاں سے بھی تجھے ڈھونڈ کے دل میں رکھ لوں
سلسلہ میری نظر کا جو وہاں تک پہنچے

جادۂ زیست میں ہر گام پہ ٹھوکر ہے امینؔ
مشکلیں ساتھ ہی پہنچی ہیں جہاں تک پہنچے

پھر میسّر نہیں آئے وہ عبادت کے مزے

یاد ہیں مجھ کو وہ آغازِ محبت کے مزے
دل نے لوٹے ہیں بہت انکی رفاقت کے مزے

شب کو سجدوں میں دعائیں تری خاطر اے دوست
پھر میسر نہیں آئے وہ عبادت کے مزے

یاد آتے ہیں تو اُٹھتے ہیں شرارے دل سے
کیفِ بادہ میں جو آئے تھے شرارت کے مزے

کس کو معلوم ہے وہ رازِ وفا نہ باہم
وہ سرِ بزم حریفوں میں اشارت کے مزے

تم خفا جب تھے تو کانٹوں پر بسر ہوتی تھی
ہائے وہ جوشِ محبت میں اذیّت کے مزے

ہم نے ہر صبح میں پائی رُخِ جاناں کی ضیا
اور ہر شام کو لوٹے ہیں قیامت کے مزے

یاد آتی ہے امیں آہ وہ ماضی کی بہار
ہائے وہ لطف کے دن، اُف وہ لطافت کے مزے

بدلی ہے کائنات مرے دل کے ساتھ ساتھ

جرأت بھی ہے شکستگیٔ دل کے ساتھ ساتھ
بڑھتا ہے شوق دوریٔ منزل کے ساتھ ساتھ

دل کے تمام داغ بجھے دل کے ساتھ ساتھ
تارے بھی چھپ گئے مہ کامل کے ساتھ ساتھ

مشکل تریں وہ عمر محبت کو کر گئیں
آسانیاں تھیں چند جو مشکل کے ساتھ ساتھ

عمر وفا ہے شعلہ و شبنم کا رابطہ
دل غم کے ساتھ ساتھ ہے غم دل کے ساتھ ساتھ

اے دل وہی نہ ہوں کہیں پروردگار غم
آنسو بہا رہے ہیں جو محفل کے ساتھ ساتھ

پردے سے ڈالتی ہوئی جاتی ہے یاس پر
امید کی جھلک غم حاصل کے ساتھ ساتھ

وہ کیا گئے نشاط کے فانوس گل ہوئے
بدلی ہے کائنات مرے دل کے ساتھ ساتھ

دونوں کے ناز ہیں مری تقدیر میں ابھی
دل اُن کے ساتھ ساتھ ہے میں دل کے ساتھ ساتھ

○

اب یہاں پھول ہیں نہ شبنم ہے

اُن سے مِل کر عجیب عالم ہے
دل شگفتہ ہے آنکھ پُر نم ہے

٭

ہر خوشی تیرے غم میں مدغم ہے
اے خوشا غم کہ مستقل غم ہے

٭

اُف یہ تیرے بغیر عالم ہے
بزمِ عالم کی نبض مدھم ہے

٭

اشکِ غم کا عجیب عالم ہے
گاہ شعلہ ہے گاہ شبنم ہے

٭

غم ہے شعلہ تو روح شبنم ہے
کیا عجب ارتباط باہم ہے

٭

زندگی ہے مری کہ تیری زلف
لطف ہے، اک اگرچہ برہم ہے

٭

زخم دل پر نہ اشک آنکھوں میں
اب یہاں پھول ہیں نہ شبنم ہے

٭

غیرتِ عشق کیا ہوئی کہ ایسؔ
آج کچھ دل میں درد کم کم ہے

٭٭٭

ناشر: سلمان گیلانی ○ شیخوپورہ